التعلیقات السلفیة میں عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کا اسلوب و منہج: ایک تحقیقی مطالعہ

(Methodology of *Atāullah Ḥanīf Bhūjiānī* in *Al-Tālīqāt al-Salafia*: An Analytical Study)

عاصمہ بی بی*

Abstract

Commentary of the collection of prophetic traditions has been very revered work in the science of *ḥadīth*. Every collection included in the most celebrated six corpses of *ḥadīth* has several commentaries in different languages. An important work from the commentaries of one of these collections named "*Sunan al-Nisā'ī*" is *"Al-Tālīqāt al-Salafia"* penned by an Indo-Pakistani scholar *Atāullah Ḥanīf Bhūjiānī.* This article studies *Bhūjiānī's* mythology in the referred work. It gives a comprehensive account of his understandings of narrators of *ḥadīth*, *Jarh wa al-Ta'dīl, Mukhtalif al-Ḥadīth* etc. It explores that the commentator, in general, very nicely deal with the relevant discussions but his work has number of flaws regarding the study of traditions in the contemporary context. To make the work most beneficial in the present scenario it may be revisited.

Keywords: *Ḥadīth* commentary, *Bhūjiānī,* methodology,

عبدالرحمٰن بن شعیب النسائی کی سنن کتبِ حدیث میں ایک منفرد مقام کی حامل کتاب ہے۔ حدیث کے چھے صحیح ترین مجموعوں میں شامل "سنن نسائی" اپنی اہمیت و انفرادیت کے پیش نظر محدثین و شارحین حدیث کے یہاں خصوصی توجہ کا مرکز رہی ہے۔ اس کی بہت سی شروحات اور حواشی لکھے گئے۔ ان شروحات و حواشی میں سے برصغیر پاک و ہند کے ایک عالم عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (1910ء-1987ء) کا عربی زبان میں تحریر کردہ حاشیہ بعنوان **"التعلیقات السفیة علی السنن النسائی"** ایک اہم اور نمایاں حاشیہ ہے، جو متعدد جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس حاشیے کے اسلوب و منہج کا کوئی مطالعہ نظر سے نہیں گزرا۔ ذیل کی سطور میں اس تناظر میں ایک تحقیقی مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے۔

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبۂ اسلامی و عربی علوم، یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا۔

تراجم رواۃ

مولانا حنیف بھوجیانی اپنی شرح میں احادیث کی تشریح کے دوران تراجم رواۃ پر روشنی ڈالتے ہوئے مختلف اسلوب اپناتے ہیں۔ راوی کے نام کی وضاحت لغوی اور گرائمر ہر دو لحاظ سے کرتے ہیں، اگر نام میں کوئی ابہام پایا جاتا ہے تو اس کی وضاحت میں بھی مختلف اسلوب اپناتے ہیں، مثلا لقب، یا کنیت کے بیان سے نام کی وضاحت کرتے ہیں، اگر مشہور نام کے بجائے غیر معروف سند حدیث میں مذکور ہو تو پھر معروف نام سے تعینِ اسم کرتے ہیں۔ باپ، دادا کی وضاحت، علاقہ قوم، قبیلہ، کردار کی وضاحت سے بھی تراجم راوۃ بیان کرتے ہیں۔ سماع اور عدمِ سماع کی تصریح بھی کرتے ہیں اور تراجم رواۃ میں پیش رو شارحین کے اقوال بھی بکثرت نقل کرتے ہیں۔ ذیل میں مع امثلہ تراجم راوی میں تعلیقاتِ سلفیہ کے اسلوب پر روشنی ڈالی جاتی ہے:

راوی کے ترجمہ کرتے وقت باپ دادا اور علاقہ کی وضاحت

کتاب الصیام کی حدیث ہے:

اخبرنا عبد الرحمان بن محمد بن سلام قال حد ثنا یزید بن ہارون قال اخبرناالاسود بن[1]

ہم کو خبر دی عبد الرحمان بن محمد بن سلام نے کہتے ہیں، ہم سے بیان کیا یزید بن ہارون نے کہتے ہیں، ہم کو خبر دی، اسود بن شیبان نے وہ ابی سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی تشریح میں مصنف سند میں موجود راوی عبدالرحمٰن بن محمد بن سلام کا ترجمہ کرتے ہیں:

عبد الرحمان بن محمد بن سلام بالتشدید ابن ناصح البغدادی ثم الطرطوسی ابو القاسم وقد ینسب الی جدہٖ لا باس به

عبد الرحمان بن محمد بن سلام شد کے ساتھ ہے، ناصح بغدادی کا بیٹا ہے، پھر طرطوسی ہے ابو القاسم ہے، اور یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہے اور اس میں کوئی برائی نہیں۔

راوی کے کردار پر روشنی ڈالنا

راوی کے حالات و تعارف بیان کرتے ہوئے، راوی کے کردار پر جرح و تعدیل کے حوالے سے بھی روشنی بھی ڈالتے ہیں، مثلًا:

اخبرنا عیسی بن مساور قال حد ثنا محمد بن شعیب بن شابور عن معاویة بن سلام عن اخیه زید بن سلام انه اخبره عن جدہٖ ابی سلام عن عبد الرحمان بن غنم ان ابامالک الاشعری حدثهُ ان رسول الله قال اسباغ شطر الایمان تملا

---

[1] عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، التعلیقات السلفیة علی السنن النسائی (لاہور: المکتبۃ السلفیۃ، شیش محل روڈ)، 270/1۔

المیزان والتسبیح والتکبیر تملا ن السموات والارض والصلوٰۃ نو ر والزکوۃ برھان والصبر ضیاء والقرآن حجة لک او علیک [2]

ہم کو خبر دی عیسی بن مساور نے کہتے ہیں، ہم سے محمد بن شعیب نے بیان کیا، وہ معاویہ بن سلام سے روایت کرتے ہیں، وہ اپنے بھائی زید بن سلام سے کہ بے شک ان کو خبر دی ابی سلام نے وہ عبد الرحمان بن غنم سے روایت کرتے ہیں، کہ بے شک ابا مالک اشعری نے ان سے بیان کیا، کہ بے شک رسول اللہ نے فرمایا وضو کو پورا کرنا یمان کا حصہ ہے اور الحمدللہ میزان کو بھر دیتا ہے اور تسبیح و تکبیر سے آسمان اور زمین کو بھر دیتا ہے، اور نماز نور ہے اور زکوٰۃ دلیل ہے (روشنی ہے) اور صبر روشنی ہے اور قرآن تیرے لئے حجت ہے یا تجھ پر حجت ہے۔

کی تشریح میں مولانا حنیف بھوجیانی روای کی تعدیل کرتے ئ ہوئے لکھتے ہیں کہ محمد بن شعیب ثابور کے بارے میں فرماتے ہیں "**صدوق صحیح الکتاب من کبار التاسعة** "

راوی کے ناموں کی وضاحت اور سماع کی تصریح

معاویۃ بن سلام ۔ **بالتشدید ابن ابی سلام ابو سلام الدمشقی ثقة من السابعه معاویه بن ابی سلام** ابو سلام دمشق کے رہنے والے ہیں ثقہ ہیں، طبقہ سابعہ سے ہیں:

ابا مالک اشعری حدثہٗ راوہ مسلم من طریق ابی سلام عن ابی مالک باسقات عبد الرحمان بن غنم فتکلم فیه الدار قطنی وغیرہ وقال النووی نمکین ان یجاب عن مسلم بان الظاہر من حاله انه علم سماع ابی سلام لهذا الحدیث من ابی مالک فیکون ابو سلام سمعه من ابی مالک وسمعه ایضا من عبد الرحمان عند والو مالک اسمه الحارث بن الحارث وقیل عبید وقیل عمر وقیل کعب بن عاصم وقیل عبید اللہ وقیل کعب بن کعب وقیل عامر بن الحدث وابو سلام باتشدید اسمه ممطور [3]

اب مالک اشعری ابا مالک اشعری نے عبد الرحمان سے بیان کیا۔ مسلم اس حدیث کو ابی سلام عن ابی مالک کے طریق سے بیان کرتے ہیں اور عبد الرحمان بن غنم کے اسقاط کے ساتھ (عبد الرحمان سند میں مذکور نہیں) پس اس حدیث کی سند میں دار قطنی نے کلام کیا اور دوسروں نے بھی اور نووی نے کہا، کہ ممکن ہے کہ مسلم کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہو، کہ ان کے حال سے ظاہر ہے، کہ

---

[2] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 272/1۔

[3] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 271/1۔

وہ ابی سلام سے عبد الرحمان کا سماع جانتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابو سلام نے ابی مالک سے بھی سنا ہو اور عبد الرحمان بن غنم سے بھی سنا ہو ابی مالک کے طریق سے ایک دفعہ اور دوسری دفعہ عبد الرحمان سے سنا ہو اور ابو مالک اسکا نام حارث بن حارث ہے، بعض نے کہا عبید اور بعض نے کہا عمرو اور بعض نے کہا کعب بن عاصم اور کہا گیا، عبید اللہ اور کعب بن کعب اور کہا گیا عامر بن حارث اور ابو سلام سند کے ساتھ اور انکا نام نام ممطور ہے۔

مندرجہ بالا تشریح میں مصنف راویوں کے نام کے اعراب اور مختلف اسماء کا تذکرہ کرتے ہیں، اور جائے رہائش کی وضاحت بھی کرتے ہیں اور تعدیل بھی فرماتے ہیں جس میں ثقہ اور صدوق کہتے ہیں اور جرح بھی ذکر کرتے ہیں۔ مختلف طرق سند کا ذکر بھی کرتے ہیں، جس میں علماء کے اقوال کی بھی وضاحت ذکر کرتے ہیں۔

کتاب الطہارۃ کی حدیث جو ذکر الفطرۃ" کے عنوان کے تحت ہے، کی وضاحت و تشریح میں مولانا بھوجیانی جو اسلوب اپناتے ہیں وہ کچھ یوں ہے، حدیث ہے:

اخبرنا الحارث بن مسكين قراة عليه وانا اسمع عن ابن وهب عن يونس عن ابن شهاب عن ابن شهاب عن سعيد بن مسيب عن ابي هريرة عن رسول الله قال الفطرة خمس الاختتان والاستحداد وقص الشارب وتقليم الاظفار والابط ونتف تقليم الاظفار ۔[4]

ہم کو خبر دی حارث بن مسکین نے، میں نے اس پر قرات کی اور میں سن رہا تھا، ابن وہب سے روایت ہے، وہ یونس سے ورایت کرتے ہیں اور وہ ابن شہاب سے وہ سعید بن مسیب سے وہ ابیھریرہ سے، وہ رسول اللہ سے کہ فطرۃ پانچ چیزوں میں ہے۔ ختنہ میں اور زیر ناف بال صاف کرنا، مونچھیں کٹوانا اور ناخن کٹوانا اور بغلوں کے بال صاف کرنا اور ناخن کاٹنا۔

اس حدیث کی تشریح میں مصنف یہ اسلوب اپناتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ حدیث کے مختلف اجزا کی تشریح میں الگ الگ جملہ پر حاشیہ باندھتے ہیں اور مطلوبہ نکات واضح کرتے ہیں اور راوی، مروی عنہ، روایت کی تشریح و توضیح فرماتے ہیں، جیسے (**قوله قراة عليه وانا اسمع**) کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

هذا يروى المصنف فى سننه عن شيخهٖ الحارث قالو ا وسببه انه وضع بنيه وبين شيخه الحارث خشونته فكان لا يستطع ان يظهر عليه فى مجلسه فيجلس وقت تحديته فى رواية البيت لبيت محتفياحيث يسمع صوت القارى ولا يراه الشخ ولهذا يزيد فى الرواية عنه لفظ قراة عليه ونا والسمع ولا يقول

[4] بھوجیانی، التعلیقات السلفیۃ،99/1۔

اخبرنا وحدثناأو نحوهما فقط كما يقول في روايات اخرى عن مشائخه وهذ ا من كمال ورعه وتقواه وكان الحارث ايضا علما صالحا قاضياًرضى الله عنهما

اس پر پڑھا گیا اور میں نے سنا، اس طرح مصنف نے اپنے شیخ سے اس طرح سنا شیخ حارث سے اور محدثین کہتے ہیں، کہ ان کے اور ان کے شیخ کے درمیان کچھ ناراضگی ہو گئی تھی، چنانچہ وہ اس بات کی استطاعت نہیں رکھتا تھا، کہ مجلس میں انکا سامنا کرے، چنانچہ اس نے چھپ کر حدیث کا سماع کیا، اور اس کے شیخ نے مصنف کو نہ دیکھا، اسی لئے انہوں نے "**قراة عليه وانا اسمع**" کا لفظ ذکر کیا، اور اس نے اخبرنا اور حدثنا کا لفظ استعمال نہ کیا، اور یہ ان کے کمال تقوی و رع کی علامت ہے، اور حارث عالم صالح تھے قاضی تھے۔ اپنے شہر میں اللہ ان سے راضی ہوا مذکورہ بیان میں راوی کے کردار کی وضاحت کرتے ہوئے، تقوی و رع اور صالح کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

اسماء الرجال واسنادِ حدیث

احادیث کی اسناد میں جن رواۃ کا نام، لقب، کنیت، نسبت وغیرہ مبہم ہو اس کی وضاحت کرتے ہیں مثلاً سند میں موجود راوی کا نام قتیبہ بیان ہوا ہے، تو آپ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض کے بقول قتیبہ لقب ہے اور اصل نام یحیٰی یا علی ہے، اسی طرح سفیان کا نام آیا تو وضاحت کرتے ہوئے فرمایا اس سفیان سے مراد سفیان بن عیینہ ہے ،زہری کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب ہے، نیز ابی سلمہ کا لفظ بھی سند میں استعمال ہوا ہے تو اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن عوف ہیں، پھر مالک بن انس کے متعلق فرمایا کہ یہ فقہائے سبعہ میں سے ہیں اور ابو ہریرہ ان کا نام عبد الرحمٰن بن صخر ہے۔[5] سند میں موجود نام محمد بن کعب القرظی کو مد نظر رکھتے ہوئے القرظی کی وضاحت حاشیہ میں یوں کرتے ہیں کہ: قُرَظی میں ق کے اوپر پیش پڑھی جائے گی اور "ر" کے اوپر زبر پڑھی جائے گی اور یہ لفظ قریظہ بن خزرج قبیلہ طرف منسوب ہے۔[6]

راوی کے نام کے تلفظ واعراب کی وضاحت اور لقب کا تذکرہ

کتاب انکاح کی حدیث جو باب حلال الفرج کے تحت ہے، اس حدیث کی تشریح میں صاحب تعلیقات لکھتے ہیں۔ "**قوله المحبق**" نام کے تلفظ واعراب کی وضاحت اور لقب و نام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**المحبق بضم ميم وفتح حاء مهملة وشده موحدة مكسورة والمحدثون يفتحون الباء ، المحبق لقب واسمه صخر بن عبيد،** محبق

---

[5] بھوجیانی، التعليقات السلفية، 21/1۔

[6] بھوجیانی، التعليقات السلفية، 39/1۔

لقب ہے اور اسکا نام صخر بن عبید ہے۔[7] "محبق" میم "کے ضمہ کے ساتھ اور حا کے فتح کے ساتھ اور شد کے ساتھ باکے کسرہ کے ساتھ اور محدثین با کو فتحہ دیتے ہیں۔ محبق انکا لقب ہے اور نام صخر بن عبید ہے۔

راوی کے نام میں ابہام کی وضاحت، پیش رو شارحین کی تقریر سے

اگر سند میں کسی راوی کے نام میں وضاحت مقصود ہو تو اس کی وضاحت بھی فرماتے ہیں اور اپنے سے پہلے شارحین کے اقوال میں سے قول بھی پیش کرتے ہیں، جیسا کہ کتاب الزینۃ کی حدیث "**الزعفران**" کے عنوان کے تحت ہے:

اخبرنا ابو عبیدة بن ابی السفر ۔۔۔ عن محمد بن علی قال سالت عائشة كان رسول الله ﷺ يتطيب قالت نعم۔

ہم کو خبر دی ابو عبیدہ بن ابی السفر نے جو عبد الحمد بن عبد الوارث سے روایت کرتے ہیں۔ ہم کو بیان کیا عبد اللہ بن عطاء الھاشمی نے وہ روایت کرتے ہیں، محمد بن علی سے کہتے ہیں، میں نے سوال کیا عائشہؓ اللہ عنہا سے کیا آپ ﷺ خوشبو لگاتے تھے، انہوں نے جواب دیا ہاں۔

لکھتے ہیں "اس حدیث میں" محمد بن علی "کا نام ہے اس کی تصریح میں ابی الحسن فرماتے ہیں کہ امام حافظ (ابن حجر) نے فرمایا:

هو ابن الحنفيه و انما محمد بن علی بن الحسين فلمه يدرک عائشة

اس سے مراد محمد بن حنفیہؒ ہیں اور بہر حال محمد بن علی بن حسین نے تو عائشہ کو پایا ہی نہیں تھا، یعنی اس سے محمد علی بن حسین مراد نہیں ہیں۔[8]

سند میں ہم نام راویوں کی وضاحت

"**باب السجود فی اذا السماء انشقت**" کی حدیث ہے:

اخبرنا اسحاق بن ابراہیم اخبرنا سفيان عن ايوب بن موسیٰ عطاء بن ميناء "عن ابی هريره ووكيع عن سفيان عن ايوب ابن موسیٰ عن عطاء بن ميناء عن ابی هريرة قال سجدت مع رسول ﷺ فی اذا السماء انشقت۔[9]

ہم کو اسحاق بن ابراہیم نے خبر دی ہم سفیان نے ایوب بن موسیٰ سے اور اس نے عطاء بن میناء سے خبر دی (اور) وہ ابی ھریرہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ سفیان سے سفیان ایوب سے ابن موسیٰ

---

[7] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة،89/2۔

[17] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة ،1 /152۔

[9] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة،182/1۔

سے وہ عطاء بن میناء سے وہ وہ ابی ھریرۃ سے روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں ہم نے سجدہ کیا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ **اذالسماء انشقت** میں۔

اس حدیث میں راوی "ووکیع عن سفیان" کے بارے میں ابہام دور کرتے ہوئے لکھا ہے کہ (ووکیع عن سفیان) کہ وکیع کا عطف سفیان پر ہے۔ (وکیع معطوف اور سفیان معطوف علیہ ہے) اور اس سے مراد عینیہ ہے (سفیان بن عینیہ) اور جس نے روایت کیا وکیع سے (تو) اس سے مراد ثوری ہے۔یعنی سفیان سے مراد ابن عینیہ اور وکیع سے مراد اس حدیث میں دو سفیان ہیں سفیان یعنی جس سے اسحاق بن ابراہیم روایت کرتے ہیں اور دوسرا سفیان ثوری جس سے وکیع روایت کرتے ہیں۔ حاشیہ کے الفاظ یہ ہیں "ووکیع فالمراد الثوری"۔

راوی کے نام، تلفظ، سماع وغیرہ کی تصریح

کتاب الجہاد کے باب وجوب الجہاد میں حدیث ہے جو دو اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے:

اخبرنا محمد بن عبد الاعلی قال حد ثنا معتمر قال سمعت عمراً عن الزهری قال قلت عن سعید قال نعم قال نعم عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ بعثت بجوامع الکلم ونصرت بالرعب ۔[10]

ہم کو خبر دی گئی محمد بن الاعلی نے کہتے ہیں ہم سے بیان کیا معتمر نے کہتے ہیں، میں نے سنا عمر سے وہ زھری سے روایت کرتے ہیں، کہا میں نے کہا سعید سے کہتے ہیں، ہاں (یعنی پوچھا کہ ابی ھریرہ سے سنا تم نے تو سعید نے جواب دیا) کہا ہاں ابی ھریرہ سے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جوامع الکلم دے کر بھیجا گیا اور میری نصرت، رعب سے کی گئی۔

اس حدیث کی وضاحت میں مصنف لکھتے ہیں: "**(نعم عن ابی هريرة) ای قال الزهری نعم عن سعید بن المسیب راویاً عن ابی هريرة ۔۔۔**"" یعنی زہری نے سعید بن مسیب سے اور سعید نے ابی ہریرہ سے سنا"اس وضاحت میں ابی الحسن نے دو ابہام رفع کیے ہیں: 1۔کہ زہری نے جس سے سنا وہ سعید بن مسیب تھا۔2۔دوسرا سعید بن مسیب کے سننے کی تائید و توثیق کی کہ اس نے ابی ہریرۃ سے سنا تھا۔

اگر کسی راوی کی کنیت میں گرائمر کے لحاظ سے اعرابی لحاظ سے یا مصغر یا مکبّر ہونے کے لحاظ سے کسی وضاحت کی ضرورت ہو تو وہ بھی مصنف حاشیہ سندھی کر دیتے ہیں، جیسا کہ کتاب البیوع کے باب "باب دیۃالمراۃ" کی حدیث ہے جس میں نام "عبید ابن نضیلۃ" آیا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

---

[19] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 51/2۔

اخبرنا علی بن محمد ابن علی قال حد ثنا ۔۔۔ عن عبید بن نضیله عن المغیره بن شعبةان امراة ضرتها بعمودفسطاط فقتلتها و هوحبلی فا تی النبی ﷺ علی عصبة القاتلة بالدیة ۔

ہم کو خبر دی علی بن محمد نے کہتے ہیں، ہم سے بیان کیا خلف نے۔۔۔ ہم سے بیان کیا زائدہ نے منصور کی روایت سے ،اس نے ابراہیم سے روایت کیا اور عبید بن نضلیہ سے روایت کیا، مغیرہ بن شعبہ سے، کہ بے شک ایک عورت نے کوکھ پر خیمہ کی لکڑی ماری اور حاملہ تھی اور اس کو قتل کر دیا (دوسری عورت کو) پس یہ معاملہ آپ ﷺ کے پاس آیا، تو آپ ﷺ نے قاتلہ کے عصبات پر دیت لاگو کی۔

اس روایت میں عبید بن نضیلہ نام میں کنیت کا ذکر تصغیر سے ہے، چنانچہ صاحب حاشیہ فرماتے ہیں، کہ اس کی اسمیں دو لغتیں ہیں:

بالتکبر وفی بعض النسخ عبید الله بالتصغیر قال وهما صحیحا ن فعبد الله و عبید الله اخوان وهما ابناء عبد الله بن الاصم وکلا هماروی عن عمه یزیدبن الاصم ونص نووی علمان الرواة عن النسائی اختلفو ا فراوه عنه بالتکبر وبعضهم بالتصغیر[11]

یہ اسم مکبّر یعنی عبداللہ بھی ہے اور مصغر بھی ہے عبید اللہ کہتے ہیں کہ دونوں لغات درست ہیں اور عبد اللہ اور عبید اللہ دونوں بھائی ہیں اور عبید اللہ بن اصم کے بیٹے ہیں اور دونوں اپنے چچا یزید بن الاصم سے روایت کرتے ہیں اور نووی فرماتے ہیں کہ نسائی سے روایت کرنے والوں نے اس نام میں اختلاف کیا بعض نے مکبّر اور بعض نے مصغر روایت کیا۔

حدیث میں لفظ موجود ہے: "**فلا یغمس**" تو اس تشریح کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں کہ اس لفظ کو پڑھنے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں ایک تو شد کے بغیر پڑھا جائے گا "**فلا یَغمِس**" اور اس صورت میں یہ باب ضرب سے ہو گا اور دوسرا یہ شد کے ساتھ پڑھا جائے گا "**فلا یغمّس**" اور اس صورت میں یہ باب تفعیل سے ہو گا اور اس کا معنی داخل نہ کرو۔[12]

راوی کے نام اور اعراب کی توضیح بھی فرماتے ہیں، کتاب الاستسقاء کی حدیث ہے:

خروج الامام الی المصلی للا ستسقاء اخبرنا" محمد بن منصور قال حد ثنا سفیان حد ثنا المسعودی عن ابی بکر بن عمرو بن حزم عن عباد بن تمیم قال

---

[20] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 167/1۔

[76] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 2/1۔

سفیان سالت عبد اللہ بن ابی بکر قال سمعته من عباد بن تمیم یحدث ابی ان عبد اللہ بن زید الذی اریٰ النداء قال ان رسول اللہ خرج الی المصلی یستسقی فاستقبل القبلة وقلب رداء ہ وصلی رکعتین قال ابو عبد الرحمان ھذا غلط من ابن عینیة وعبد اللہ بن زدی الذی النداء ھو عبد اللہ بن زید بن عبد ربه وھذا عبد اللہ بن زید بن عاصم

ہم کو خبر دی محمد بن منصور کہتے ہیں، ہم سے بیان کیا، سفیان ہم سے بیان کیا، مسعودی نے وہ ابی بن عمرو بن حزم سے روایت کرتے ہیں۔ وہ عباد بن تمیم سے روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں سفیان کہ میں نے عبد اللہ بن ابی بکر سے سوال کیا کہتے ہیں۔ میں نے سنا عباد بن تمیم سے، وہ بیان کرتے ہیں، کہ ابی نے بیان کیا عبد اللہ بن زید جس نے نداء (آذان) کا خواب دیکھا تھا، کہتے ہیں، کہ آپ ﷺ جائے نماز کی طرف نکلے اور وہ بارش کی دعا کر رہے تھے، پس آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ کر رکھا تھا، اور آپ ﷺ نے اپنی چادر الٹی اور دو رکعت نماز پڑھی ابو عبد الرحمان کہتے ہیں، یہ غلط ہے ابن عینیہ سے اور عبد اللہ بن زید جس نے آذان کو دیکھا تھا، وہ عبد اللہ بن زید تھا اور یہ عبد اللہ بن زید بن عاصم ہیں۔

اس حدیث کی وضاحت میں راوی کے نام کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سفیان " ھو ابن عینیة " کہ سفیان سے مراد بن عینیۃ ہیں اور تلفظ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں "**عباد بفتح اوله و تشد الموحده**" یعنی عباد عین پر فتح اور ب پر شد ہے۔

روای کے نام کے ساتھ باپ، بھائی کی تصریح اور چچا سے سماع کی وضاحت کرتے ہیں، جیسا کہ "**باب التجافی فی السجود**" کی حدیث ہے:

اخبرنا قتبة قال حد ثنا سفیان عن عبید اللہ وھو ابن عبد اللہ بن عاصم عن عمه عن یزید ھو ابن الاصم۔۔۔ عن میمونة ان النبی ﷺ کان اذا سجد تتجافی فی یدیة[13]

ہم کو خبر دی قتبۃ نے کہتے ہیں، ہم سے بیان کیا، سفیان نے وہ عبید اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ عبد اللہ بن عاصم کے بیٹے ہیں، وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں، وہ یزید سے جو اصم کے بیٹے ہیں، میمونہؓ سے روایت ہے، کہ نبی کریم ﷺ جب سجدہ کرتے تھے، تو اپنے (گھٹنے) سے ہاتھ سے دور رکھتے تھے۔

---

[21] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 2/ 248۔

اس حدیث میں " سفيان عن عبد الله "کا ذکر ہے جو عبداللہ بن عاصم کے بیٹے ہیں۔

جرح وتعدیل میں منہج

جرح و تعدیل کے حوالے سے دیکھا جائے تو تعلیقاتِ سلفیہ میں مختلف اسلوب سامنے آتے ہیں۔ مولانا بھوجیانی راوی کے ترجمہ کرتے وقت راوی کے یا روایت کی صحت و سقم کے حوالے سے تفصیل سے بحث کرتے ہیں اور نہ صرف تراجم راوی کے بیان کے وقت راوی پر عادل یا غیر عادل کا حکم لگاتے ہیں، بلکہ روایت پر بھی صحیح، ضعیف، غریب، مجہول، معروف، منکر، شاذ، منسوخ، ناسخ، مضطرب اور متفرد راوی، وہم راوی کی بھی تصریح کرتے ہیں۔ حدیث مرسل کا حکم بھی لگاتے ہیں اور فقہاکے اختلاف کا بھی اس حیثیت سے ذکر کرتے ہیں کہ کن کے نزدیک حدیث کی مختلف اقسام کا کیا حکم ہے؟اس سلسلہ میں فقہااور محدثین کے اقوال واختلاف کا تذکرہ بھی فرماتے ہیں اور علماکے یا اپنے اقوال سے محاکمہ بھی فرماتے ہیں۔ محدثین کے مراتب کا بھی حفاظتِ حدیث کت حوالے سے ذکر کرتے ہیں، جیسے حافظ، الحجہ کی تعریف کرنا، مدرج الفاظ کی وضاحت بھی فرماتے ہیں اب تعلیقاتِ سلفیہ کے اسلوبِ جرح و تعدیل کا تفصیل سے تذکرہ کیا جاتا ہے:

الحجہ اور الحاکم کی وضاحت

الحجۃ، الحاکم کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا بھوجیانی لکھتے ہیں کہ جس کو ایک لاکھ حدیث یاد ہو اس کو اصطلاح میں حافظ کہتے ہیں اور جس کو تین لاکھ حدیث یاد ہو اس کو حجۃ کہتے ہیں اور جس کو تمام احادث سنداً ومتناً یاد ہوں اس کو حاکم کہتے ہیں[14]

2۔یرفعہ 'ایک حدیث کی سند میں حضرت ابو موسی اشعری "یرفعہ "کا لفظ استعمال کرکے آگے متن حدیث بیان کرتے ہیں تو مولانانے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہاکہ اس سے مراد یہ کہ یہ حدیث مرفوع ہے، یعنی اس حدیث کی سند نبی اکرم ﷺ تک پہنچتی ہے۔[15]

حدیث پر منکر، منسوخ اور ضعیف کا حکم

> **قوله :((ان كان استكرها ۔۔ الخ) قال خطابی لا اعلم احداً من الفقهاء يقول بهٖ وخليق ان يكون منسوخ وذكر هذا الجازمی فی ناسخهٖ وقال الخطابی الحديث منكر ضعيف الاسناد مسوخ قلت وبين روايا تهٖ معا رضة لا يخفی الله"** [16]

---

[14] بھوجیانی، التعلیقات السلفية، 2/1۔

[15] بھوجیانی، التعلیقات السلفية، 59/1۔

[24] بھوجیانی، التعلیقات السلفية، 80/2۔

خطابی کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے ضعیف الاسناد ہے منسوخ ہے میں کہتا ہوں روایات کے درمیان تعارض ہے، جو اللہ سے مخفی نہیں۔

راوی کے صحابی ہونے کی تصریح اور نام کی وضاحت، روایت حدیث میں تفرد کی وضاحت

راوی کے ترجمہ کرتے وقت راوی کے صحابیت کے بارے بھی بتاتے ہیں 'اور نام کی وضاحت بھی کرتے ہیں اگر راوی حدیث میں متفرد ہو تب بھی ذکر کرتے ہیں:

عن قتادہ عن ابی الملیح عن ابیه قال سمعت رسول الله یقول ان الله عزوجل لا یقبل صلوٰۃ بغیر طھور و لا صدقة

قتادہ ابی ملیح سے روایت کرتے ہیں، وہ اپنے بات سے کہتے ہیں، میں نے سنا اللہ کے رسول سے بے شک اللہ عزوجل نہیں قبول کریں گے نماز بغیر طہارت کے اور نہ صدقہ اس حدیث میں۔

اس حدیث میں ملیح کے باپ کا نام مذکور نہیں بھوجیانیؒ فرماتے ہیں "**اسمه اسامه بن عمیر له صحبه ولم یروعنه غیر ابنه الی الملیح**" کہ "اس کا نام اسمہ بن عمیر ہے اور وہ صحابی ہیں اور وہ صرف اپنے بیٹے ابی ملیح سے روایت کرتے ہیں"

مذکورہ وضاحت میں بھوجیانیؒ راوی کے نام کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے صحابی ہونے کی تصریح بھی فرماتے ہیں اور ان کی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ اپنے بیٹے کے سوا کسی سے حدیث کی روایت نہیں کرتے [17]اور ابی ملیح کے بارے میں فرماتے ہیں:

عن ابی ملیح بفتح المیم اسمه عامر و قیل زید و قیل عمیر

ابی ملیح فتح کے ساتھ ان کا نام عامر یا زید یا عمیر ہے۔

اس حدیث میں مصنف بھوجیانی نہ صرف صحابی کے نام کے اعراب کا ذکر کر رہے ہیں بلکہ ان کے مختلف نام بھی پیش کر رہے ہیں اگر حدیث سے کوئی مسئلہ مستنبط ہو تو اس کا بھی استنباط فرماتے ہیں اور الفاظ حدیث کی تحقیق جرح و تعدیل کے حوالے سے کرتے ہوئے مدرج المتن الفاظ کی نشاندہی بھی کرتے ہیں، جیسا کہ حدیث ہے:

حدثنی نافع عن ابن عمر ان رسول الله نھی عن الشغار والشغار ان یزوج الرجل الرجل ابنته علی ان یزوجه ولیس بینھما صداق

مجھ سے بیان کیا نافع وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں، کہ بے شک آپ ﷺ نے شغار سے منع کیا 'اور شغار یہ ہے کہ آدمی دوسرے آدمی کی بیٹی سے اس پر شادی کرلے کہ وہ اسکو اپنی بیٹی دے گا اور ان کے درمیان مہر نہ ہو۔

---

[27] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 349/1.

بھوجیانی لکھتے ہیں کہ " **والشغار ان يزوج الرجل الرجل ابنته على ان يزوجه وليس بينهما صداق)هذا التفسير مدرج في الحديث " من قول نافع**" تک حدیث کے الفاظ نہیں ہیں۔ یہ الفاظ حضرت نافع کے ہیں اور آپ ﷺ کے نہیں ہیں یہ تفسیر کے لئے درج کئے گئے ہیں۔[18] "**كتاب الضحايا**" کی حدیث ہے:

عن امر سلمة عن النبی ﷺ قال من راى هلال ذی الحجة فارادا ان يضحى فلايا خذ من شعرہ ولا من اظفارہ

ام سلمہ سے روایت ہے، جو آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں' کہ جو ذی الحجہ کا چاند دیکھ لیں وہ ارادہ کرے کہ وہ قربانی کرے گا اسے چاہئے کہ اپنے ناخن اور بال مت کاٹے یہاں تک کہ قربانی کرلے۔

اس حدیث سے مسئلہ کا ستنباط کرتے ہوئے مصنف فرماتے ہیں: کہ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں ناخن کاٹنا اور بال منڈانا جائز نہیں ، **هذا النهى عند المجهور تننزيه والحكمة منه ان يبقى كامل الاجزاء للعتق من النار للتشبيه بالمحرم**" یعنی " یہ جمہور کے نزدیک منع ہے اور نہی تنزیہی ہے (تحریمی نہیں کرتے) اور اسکی حکمت یہ ہے کہ تمام اجزاء جہنم سے بچیں تاکہ محرم سے مشابہت ہو جائے " گویا مصنف جمہور کے مذہب کے بیان کے ساتھ حکم مستنبط کی علت بھی بیان کرتے ہیں۔[19]

مصنف راوی کا ترجمہ کرتے وقت حالات و کردار پر بھی روشنی ڈالتے ہیں چنانچہ "کتاب النکاح" کے باب" رضاع الکبیر" میں فرماتے ہیں:

عن عائشه ان جدامة بنت وهب حد ثتها ان رسول ﷺقال لقد هممت ان انهى عن الغيلة۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ ان سے جدامۃ بنت وھب نے بیان کیا کہ بے شک آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ ان کو غیلہ سے منع کر دوں۔

اس حدیث میں "**جدامة بنت وهب**" راویہ ہیں، ان کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اختلف فيها هل هى بالدال المهملةامر بالذال المعجمة والصحيح بالمهملة ولاجيم المضمومة بلا خلاف قال القرطبى هى جدامة بنت جندل هاجرت قال والمحدثون قالو ا فيها جدامة بنت وهب قال النووى والمختار انها جدامة بنت وهب الادية وهى اخت عكاشة بن محصن الاسدى من امه

---

[28] بھوجیانی، التعليقات السلفية ،76/2۔

[29] بھوجیانی، التعليقات السلفية ،201/2۔

اس میں اختلاف ہے کہ کیا وہ دال کے ساتھ ہے یا ذال کے ساتھ اور صحیح یہ ہے کہ دال مہملہ کے ساتھ ہے اور جیم مضمومۃ کے ساتھ بلاخلاف اور قرطبیؒ کہتے ہیں۔ وہ جدامۃ بنت جندل اس نے ہجرت کی اور کہتے ہیں کہ محدثین نے کہا کہ وہ جدامہ بنت وھب ہے اور نووی کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ وہ جدامۃ بنت وھب الاسدیۃ ہیں اور عکاشہ بن محصن اسکی کی بہن ہیں، ماں کی طرف سے۔

مندرجہ بالا بیان میں مصنف نے نہ صرف راویہ کے نام کی اعرابی وضاحت کی بلکہ علماکے اقوال سے راوی کے نام کے بارے میں مختلف اقوال نقل کیے اور بتایا کہ وہ ہجرت کرنے والی ہیں اور اسدی قبیلہ سے ہیں۔[20]

حل مختلف الحدیث

حل مختلف الحدیث میں مصنف ناسخ و منسوخ ترجیح و تطبیق بین الاحادیث اور تقدیم و تاخیر زمانی اور لفظی کے بیان سے مدد لیتے ہیں اور رفع تعارض کرتے ہیں۔ حلِ مختلف الحدیث کے بیان میں تعلیقاتِ سلفیہ میں دیگر کتب سے بھی مدد لی گئی ہے۔ خاص و عام کے تذکرہ سے بھی رفع تعارض میں مدد لی گئی ہے۔ مطلق اور مقید کے بیان سے بھی مدد لی گئی ہے۔ ذیل میں تعلیقاتِ کے حلِ مختلف الحدیث کا تفصیلی تذکرہ کیا جاتا ہے:

رفع تعارض و تطبیق میں اسلوب

عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے شرح حدیث میں بعض مقامات پر جہاں احادیث میں بظاہر تعارض نظر آ رہا تھا اس کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے اور احسن انداز سے متعارض احادیث میں تطبیق دی ہے مثلاً سنن نسائی میں حدیث ہے: "**قال رسول اللہ ﷺ الماء لا ینجسه شئ**"[21] اس کی تشریح میں ایک حدیث سنن ترمذی، سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ کے حوالہ سے نقل کی ہے کہ: "**ان الماء لا یجنب**"

اس حدیث سے بظاہر تعارض نظر آتا ہے کہ ایک حدیث میں ہے پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی اور دوسری حدیث میں ہے کہ جنبی کی وجہ سے پانی نجس نہیں ہوتا۔ اب ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دیتے ہوئے موصوف درج کرتے ہیں کہ پہلی حدیث میں لفظ شئ کی تنوین نکرہ ہے یعنی اس میں ہر قسم کی چیز شامل ہے تو اس اعتبار سے جنابت اس میں داخل ہے یعنی جنبی آدمی اگر کسی ٹب یا برتن وغیرہ سے پانی لے کر غسل کرتا ہے تو اس برتن میں بچا ہوا پانی نجس نہیں ہوتا۔[22]

سنن نسائی میں ایک اور حدیث ہے: "**فقال مالک انفست قلت نعم قال هذا امر کتبه الله عز وجل علی بنات آدم فاقضی ما یقضی الحاج غیر ان لا تطوفی بالبیت**" تو مولانا بھوجیانیؒ نے اس حدیث کی تشریح میں ایک اور

---

[30] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 299/1۔

[21] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 39/1۔

[22] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 39/1۔

حدیث مصنف عبد الرزاق کے حوالے سے حضرت عبد اللہ بن مسعود کے واسطے سے نقل کی ہے کہ : "**كان الرجال والنساء في بنى اسرائيل يصلون جميعا فكانت المراة تتشرف للرجل فالقى الله عليهن الحيض ومنع من المساجد** "

بظاہر ان دونوں حدیثوں سے تعارض نظر آرہا ہے کہ ایک حدیث میں حیض کو بنات آدم سے جوڑا گیا ہے اور دوسری میں بنی اسرائیل سے اس کے آغاز کا بتایا گیا ہے تو موصوف حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا قول نقل کرتے ہوئے 'اس کی تطبیق یوں بیان کر رہے ہیں 'کہ پہلی حدیث عام ہے اور دوسری حدیث خاص ہے 'اب دوسری خاص حدیث کو پہلی حدیث کے عموم میں شامل کر دیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل کی خواتین بھی بنات آدم میں داخل ہیں، لہٰذا تعارض رفع ہو جاتا ہے پھر موصوف نے مختلف حوالوں سے اس بات کو واضح کیا ہے، کہ حیض کا آغاز حضرت حوّاؑ سے ہوا تھا نہ کہ بنی اسرائیل کی خواتین سے۔[23]

ایک حدیث ہے : "**عن خباب قال شكونا الى رسول الله ﷺحر الرمضاء فلم يشكنا**" موصوف نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ایک اور حدیث کی نشاندہی کی ہے کہ ایک دوسری حدیث میں ہے : "**عن مغيرة قال كنا نصلى مع رسول الله ﷺالظهر با لهاجرة ثم قال لنا ابردوابالصلوة**"

اب بظاہر ان دونوں حدیثوں میں تعارض دکھائی دے رہا ہے کہ ایک میں صحابہ کرام گرمی کی وجہ سے ظہر کی نماز کو کچھ موخر کرنے کی اجازت مانگ رہے ہیں اور آپ ان کی بات کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے اور دوسری حدیث جو موصوف نے حاشیہ میں مسند احمد، سنن ابن ماجہ، اور صحیح ابن حبان کے حوالے سے نقل کی ہے اس میں گرمی کیوجہ سے نماز کو کچھ موخر کرنے یعنی ٹھنڈا کرنے کا حکم دیا جارہا ہے تو شارح نے تطبیق امام قرطبیؒ کے حوالے سے یوں نقل کی ہے کہ پہلی حدیث ابتدامدنی دور کی مناسبت سے ہے پھر جب صحابہ نے گرمی کی شکایت کی اور نماز کو کچھ موخر کرنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی تو اس اعتبار سے دوسری حدیث اجازت دینے کے بعد کی ہے لہٰذا اس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔[24]

مقام کی وضاحت اور اعراب کا بیان

"**بسرف بفتح و كسر الراء وفا ءموضع قريب من المكه ينهما نحو عشرة** "یعنی سین پر فتحہ ہے اور راء پر کسرہ ہے اور فاء ہے اس میں یہ مکہ سے دس میل کی مسافت پر جگہ کا نام ہے[25] "یعنی اگر کوئی مقام آئے حدیث میں تو اس کی بھی وضاحت فرماتے ہیں۔ **وانفست"اخذ لامصنف من الحديث ان الحيض يسمى نفاس و هذا ظاهر** " اس سے

---

[23] بھوجیانی، التعليقات السلفية ،41/1۔

[24] بھوجیانی، التعليقات السلفية ،58/1۔

[37] بھوجیانی، التعليقات السلفية،41/2۔

مصنف نے یہ مطلب پکڑا ہے کہ حیض کا نام نفاس بھی ہے جیسا کہ ظاہر ہے "۔ مصنف فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے پتہ چلا کہ حیض کا دوسرا نام بھی ہے:

قوله هذاامركتبه الله على بنات آدم ورزى عبد الرزاق بسند صحيح عن ابن مسعود كان الرجال والنساء فى بنى اسرائيل يصلون جميعاً فكانت المراةتتشرف للرجل فالقى الله عليهن منعهن من المساجد قال الراوى لا مخالفة بين و بين هذا الحديث الباب فان نساء بنى اسرائيل من بنات آدم فعلى هذا قوله على بنات آدم مامر اريد بهٖ الخصوص قال الحافظ ابن حجر ويمكن الجمع مع القول بالتعميم بان الذى القى الى انساء بنى اسرائى بلا ريب وروى ابن المنذر والحاكم بسند صحيح عن عباس ان ابتداء الحيض كان على ر بعد جواء بعد ان انصبت من الجنة[26]

اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر اسکو لکھ دیا عبد الرزاق نے سند صحیح کے ساتھ ابن مسعود سے ذکر کیا کہتے ہیں کہ آدمی اور عورتیں بنی اسرائیل کے اکٹھے نماز پڑھتے تھے اور عورتیں مردوں پر ظاہر ہو جاتی تھیں۔ پس اللہ نے ان پر حیض ڈال دیا اور ان کو مساجد سے منع کر دیا راوی کہتے ہیں، کہ اس حدیث اور عبد الرزاق کی حدیث کے درمیان کوئی مخالفت نہیں کہ بنی اسرائیل کی عورتیں بھی آدم کی اولاد ہیں، پس اس قول سے عام بناتِ آدم مراد ہیں اور اس حدیث میں خصوص کا ارادہ کیا گیا ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ممکن ہے جمع کرنا اس قول کے ساتھ مجموعیت میں کہ اسکو بنی اسرائیل کی عورتوں پر اگر ڈالا جائے یعنی عام قول کی بناء بنی اسرائیل کی عورتوں سے تخصیص کر دی گئی ہے۔

عام کو خاص سے مقید کرکے احادیث میں تطبیق کرنا

اور ابن منذر اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ ابن عباس سے روایت کیا کہ حیض کی ابتداء اس دن ہوئی جس دن حوا کو جنت سے نکالا گیا۔[27] مذکورہ احادیث میں حدیث باب میں تمام بنات آدم پر حیض کی لزومیت کا ذکر ہے جبکہ دوسری احادیث صحیحہ میں بنی اسرائیل کی عورتوں کا ذکر ہے تو ان احادیث میں مصنف تطبیق کرتے ہیں کہ اس حدیث میں عام حکم ہے اور ان احادیث میں عام کو خاص سے مقید کیا گیا ہے یا خاص تذکرہ کیا گیا ہے کسی امر کے تحت۔

ناسخ و منسوخ کے بیان سے حدیث کی وضاحت میں اسلوب

---

[38] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 41/2۔

[39] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 41/2۔

کتاب الزینۃ کی حدیث ہے۔جو "**الكراهية فى اظهار الحلى والذهب** "کے عنوان کے تحت ہے، اس حدیث کی وضاحت میں مندرجہ ذیل اسلوب اپناتے ہیں: "**قال سيوطى هذا منسوخ بحديث ان هذ ين مايدل على ذلك وقال وحكى النووى فشرح مسلم اجماع المسلمين على ذلك قلت ولولا الاجماع لكان۔۔۔** "[28]

سیوطی فرماتے ہیں یہ حدیث منسوخ ہے اور سونا عورتوں پر حلال ہے اور مردوں پر حرام ہے اور ابن شاہین سے بھی جو روایت کیا گیا وہ اس پر دلالت کرتا ہے اور نووی نے شرح مسلم میں 'اس پر اجماع نقل کیا اگر اجماع نہ بھی تب بھی ظاہر کہ یہ پہلے مردوں کے لئے حلال تھا، بعد میں ناجائز ہو گیا اور ابن شاہین کے بقول پھر عورتوں کے لئے مباح ہو گیا اور سید نذیر حسین فرماتے ہیں کہ سونا عورتوں کے جائز ہے اور وعید ان کے لئے ہے جو زکوۃ نہ دیں۔

مشکل الحدیث کی وضاحت میں اسلوب

جب کسی حدیث کی دوسری حدیث سے تطبیق ممکن نہ ہو تو اسے مشکل حدیث کہتے ہیں اگر حدیث میں مشکل مقام آجائے اور بظاہر اس کی تطبیق ممکن نہ نظر آرہی ہے، تو پھر مصنف حاشیہ تاویلات سے تطبیق کرتے ہوئے مشکل حدیث کی وضاحت کرتے ہیں۔ "**كتاب الايمان و علامة النفاق**" کی حدیث ہے:

> **عن عبد الله بن عمرو عن النبى قال اربعةً من كن فيه منافق۔۔۔ ۔اذا حدث كذب اذا وعد خلف واذا عاهدو ا غدرً واذاخاصم فجر**
>
> عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے ،جس میں چار عادتیں ہونگی وہ منافق ہے۔جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرلے تو خلاف کرے اور جب عہد کرے تو جھگڑا کرے۔

اس حدیث کی تشریح میں مصنف رقم طراز ہیں:

> **قال نووى هذا لحديث عدة جماعة من العلماء مشكلا من حيث ان هذهٖ الخصال قد توجد فى المسلم المجمع على عدم الحكم بكفرهٖ قال وليس فيه اشكال بل معناه، صحيح ولذى قاله المحققون ان معناهُ ان هذه خصال نفاق وصاحبها شبيه بالمنافقين فى هذهٖ الخصال ومتخلق باخلاقهم**
>
> نووی فرماتے ہیں، علما کی ایک جماعت نے اس حدیث کی مشکل حدیث شمار کیا، کیونکہ اگر یہ چاروں خصلتیں کسی مومن میں پائی جائیں تو وہ کفر کا حکم نہیں لگاتی ، کہا کہ اس میں اشکال نہیں بلکہ اس کا معنی درست ہے اور جو بات محققین نے کہا کہ اس کا معنی کہ یہ خصلتیں منافق کی عادتوں سے مشابہہ ہیں اور وہ ان کے اخلاق سے مزین ہے۔[29]

---

[40] بھوجیانی، التعلیقات السلفیۃ ،277/2۔

[41] بھوجیانی، التعلیقات السلفیۃ ،80/2۔

یعنی وہ صرف عادتوں میں مشابہ ہے منافق نہیں تشریح میں فرماتے ہیں، کہ اس نفاق سے مراد نفاق ہے نہ کہ اعتقادی اور فجر سے مراد شتم گالی دینا ہے اور عہد سے مراد یہ ہے، کہ جب پکا عہد کر لے۔

مبہم شخص کی تعین اور احکام نسخ کی وضاحت

کتاب النکاح کی حدیث "**تحریم المتعة**" کی تشریح میں رقم طراز ہیں' حدیث باب ہے:

عن عمرو بن علی ۔ ۔ان علیاً بلغهُ ان رجلاً لا یری بالمتعة باساً فقال انک تائه انه نهی رسول الله ﷺ عنها وعن لحوم الحمراء الاهلیة یوم خیبر

حضرت عمرو بن علی رضی اللہ سے روایت ہے۔۔۔نے ہم کو خبر دی، کہ بے شک علی کو یہ بات پہنچی کہ ایک آدمی متعہ میں برائی نہیں سمجھتا پس آپ نے فرمایا کہ تم گمراہ ہو، کیونکہ آپ ﷺ نے اس سے منع کیا اور گدھے کا گوشت منع کیا خیبر کے دن۔

"**ان رجلا**" کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ "**ان رجلا هو ابن عباس**" کہ وہ آدمی ابن عباس ہیں اور "**مغنی**" میں ان سے اس قول سے رجوع روایت کیا گیا اور "**متعه**" سے نسخ فتح مکہ کے بعد ثابت ہو گیا تھا، جیسا کہ دیگر احادیث میں ہے اور صحیح مسلم کی روایت میں **الی القیامة** کا لفظ ناسخ کی تائید کرتا ہے یعنی یہ حدیث ان احکام پر مبنی احادیث کے ناسخ ہے"[30]

مزید اسلوب اس مثال سے جو کتاب الطلاق کی حدیث ہے سے واضح ہوتا ہے:

اخبرنا عبید الله بن سعید قال ثنا یحیٰ بن سعید ن القطان عن عبید الله بن عمر قال اخبرنی نافع عن عبد الله انه طلق امراته وهی حائض فاستفتی عمر رسو ل الله فقال ان عبد الله طلق امراته وهی حائض فقال عبد الله فلیر اجعها ثم یدعیها حتیٰ تطهر من حیضتها هذهٖ ثم تحیض حیضة اخری فاذا طهرت فان شاء فلیفا رقها قبل ان یجامعها وان شاء فلیمسکها فا العدة التی امرالله عزوجل ان تطلق بها النساء۔

ہم کو عبید اللہ بن سعید نے خبر دی کہتے ہیں، ہم سے یحیٰ بن سعید قطان نے بیان کیا وہ عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور وہ حیض والی تھیں، پس عمر رضی اللہ نے آپ ﷺ سے فتویٰ طلب کیا اس بارے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے رجوع کرو یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے، پھر اس کو دوسرا حیض آئے پس جب وہ پاک ہو تو پھر چاہے اسے رکھو یا طلاق دو مگر طلاق جماع سے پہلے ہو پس یہ مدت ہے جو اللہ تعالیٰ نے طلاق کے لئے مقرر کی۔

---

[42] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 80/2۔

اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے اس حیض میں رجوع کا حکم دیا اور دوسرے طہر میں طلاق کی اجازت دی تو اس کا مطلب یہ تھا کہ حیض میں آدمی قدرتی طور پر رغبت نہیں رکھتا اور طبیعت میں انقباض ہوتا ہے چنانچہ اس حال میں طلاق کا قدم اٹھانا مصلحت کے مطابق نہیں ہے۔ لہٰذا اس وقت میں حکم دیا گیا جب رغبت طبیعتا موجود ہو اور اکثر اس طرح ندامت ہو جاتی ہے اور رجوع ہو جاتا ہے۔ قولہ (**فانها لاعدة التی امر الله**) یعنی اس سے مراد حالت طہر ہے پس عدت (گنتی) سے مراد طہر ہے نہ کہ حیض۔ کتاب النکاح کی حدیث جو باب حلال الفرج کے تحت ہے۔

مشکل الحدیث کی وضاحت

جب کسی حدیث کی دوسری حدیث سے تطبیق ممکن نہ ہو تو اسے مشکل حدیث کہتے ہیں اگر حدیث میں مشکل مقام آجائے اور بظاہر اس کی تطبیق ممکن نہ نظر آرہی ہے تو پھر مصنف حاشیہ تاویلات سے تطبیق کرتے ہوئے مشکل حدیث کی وضاحت کرتے ہیں "**کتاب الایمان و علامة النفاق**" کی حدیث ہے:

> **عن عبد الله بن عمرو عن النبی قال اربعةً من کن فیه منافق۔۔۔ ۔اذا حدث کذب اذا وعد خلف واذا عاهدو ا غدرً واذاخاصم فجر**
>
> عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے جس میں چار عادتیں ہونگی وہ منافق ہے۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرلے تو خلاف کرے اور جب عہد کرے تو جھگڑا کرے۔
>
> **قال نووی هذا لحدیث عدة جماعة من العلماء مشکلا من حیث ان هذهٖ الخصال قد توجد فی المسلم المجمع علی عدم الحکم بکفرهٖ قال ولیس فیه اشکال بل معناه، صحیح ولذی قاله المحققون ان معناهُ ان هذه خصال نفاق وصاحبها شبیه بالمنافقین فی هذهٖ الخصال ومتخلق باخلاقهم**
>
> نووی فرماتے ہیں، علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث کی مشکل حدیث شمار کیا کیونکہ اگر یہ چاروں خصلتیں کسی مومن میں پائی جائیں تو وہ کفر کا حکم نہیں لگاتی، کہا کہ اسمیں اشکال نہیں بلکہ اس کا معنی درست ہے اور جو بات محققین نے کہا کہ اسکا معنی کہ یہ خصلتیں منافق کی عادتوں سے مشابہہ ہیں اور وہ ان کے اخلاق سے مزین ہے۔[31]

یعنی وہ صرف عادتوں میں مشابہہ ہے منافق نہیں۔ تشریح میں فرماتے ہیں، کہ اس نفاق سے مراد نفاق ہے نہ کہ اعتقادی اور فجر سے مراد شتم گالی دینا ہے اور عہد سے مراد یہ ہے، کہ جب پکا عہد کرلے۔

مسائل فقہ

---

[44] بھوجیانی، التعليقات السلفية، 267/2۔271۔

بھوجیانی احادیث کے متون سے نہ صرف مسائل کی وضاحت کرتے ہیں بلکہ مسائل کی بھی تخریج کرتے ہیں اور مسائل فقہ پر علما کے اقوال واختلاف کا بھی تذکرہ بھی کرتے ہیں اور صحیح وراجح قول کی بھی وضاحت کرتے ہیں اور حدیث سے اپنے موقف کی تائید پر دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔اب تعلیقاتِ سلفیہ کے فقہیانہ اسلوبِ شرح پر روشنی ڈالی جاتی ہے:

حدیث سے مسائل فقہیہ کا استنباط کرنے میں اسلوب

"كتاب الطهارة" ذكر مايوجب الغسل وما لا يوجبه" کی حدیث ہے:

> **اخبرنا عمرو بن علی قال حد ثنا يحیٰ حد ثنا سفيان عن الاعزر هو ابن صباح عن خليفة بن حصين عن قيس بن عاصم انه اسلم خامرهُ النبی ﷺ ان يغتسل"بماء وسدر**[32]
>
> ہم کو خبر دی عمرو بن علی کہہ ہم سے بیان کیا یحییٰ نے ہم سے بیان کیا سفیان نے وہ روایت کرتے ہیں الاعذر سے اور وہ ابن صباح سے وہ روایت کرتے ہیں، خلیفہ بن حصین سے وہ قیس سے روایت کرتے ہیں"کہ بے شک انہوں نے اسلام قبول کیا پس نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ وہ غسل کرلے پانی اور بیری سے۔

اس حدیث کی تشریح میں مصنف حاشیہ فرماتے ہیں:

> **قوله فامرة النبیﷺ ای بعدهُ اسلم كما هو الظاهر واما حمل اسلم علی انه اراد الاسلام فامره النبی ﷺ قبل ال يسلم ليوافق الحديث الاتی فبعيد فالظآهر انه امر بالا غسال ازالة الوسخ الكفردفعاالا احتمال الجنابة اذا الكافر لا يخلو عن ذلک وهذا الاغتسال ندب عند المجهور واجب عند احمد بظاهر الامر**[33]
>
> پس ان کو نبی کریم نے حکم دیا یعنی جب انھوں نے اسلام قبول کرلیا اور جب انھوں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا، تو آپ ﷺ نے ان کو (غسل کا) حکم دیا۔اس سے پہلے کہ وہ اسلام قبول کرلے تاکہ حدیث کے موافق ہو جائے آنے والی اور ظاہر ہے کہ غسل کرنے کا حکم اس کے لئے دیا تاکہ کفر کی نجاست دور ہو جائے یہ غسل جمہور کے نزدیک مستحب ہے اور احمد کے نزدیک ظاہری حکم حدیث سے واجب ہے۔

مذکورہ حدیث سے مصنف نے جمہور اور امام احمد کا مذہب بیان کیا کہ کافر کا غسل کرنا اسلام لانے کے وقت جمہور کے نزدیک مستحب اور امام احمد کے نزدیک واجب ہے چنانچہ وہ مسائل فقہ کا استنباط کرتے ہیں۔

---

[45] بھوجیانی،التعليقات السلفية،25/1۔

[46] بھوجیانی،التعليقات السلفية،25/1۔

کتاب الحیض والاستحاضہ کی حدیث ہے:

اخبرنا اسحاق بن ابراهيم اخبرنا سفيان عن عبد الرحمان بن قاسم بن محمد بن ابی بکر الصديق عن ابيه عن عائشه قالت خرجنا مع رسول الله قال لانرى الا الحج فلما کنا بسرف حفت فدخل على رسول الله ﷺ وانا ابکی فقال مالک انفست قلت نعم قال هذا امرکتبه الله عزوجل على بنات آدم فاقضیٰ ما يقضى الحاج غير ان لا تطوفی بالبيت[34]

ہم کو خبر دی اسحاق بن ابراھیم نے ہم کو خبر دی سفیان وہ عبد الرحمان بن قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق سے روایت کرتے ہیں۔وہ عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہتی ہیں، ہم آپ ﷺ کے ساتھ نکلے ہم حج کے ارادے سے تھے پس جب ہم (مقام) سرف میں پہنچے، تو ان کو حیض آگیا' پس میرے پاس رسول ﷺ تشریف لائے تو میں رو رہی تھی، پس آپ ﷺ نے فرمایا کیا ہوا کیا تم کو حیض آگیا؟ میں نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے پس تم باقی حاجیوں کی طرح اعمال کرو صرف بیت اللہ کا طواف مت کرو۔

مذکورہ حدیث کی تشریح میں مولانا حنیف بھوجیانی رقم طراز ہیں:

عام کو خاص سے مقید کرکے احادیث میں تطبیق کرنا

ابن منذر اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ ابن عباس سے روایت کیا کہ حیض کی ابتداء اس دن ہوئی جس دن حوا کو جنت سے نکالا گیا۔[35]

مذکورہ احادیث میں حدیث باب میں تمام بنات آدم پر حیض کی لزومیت کا ذکر ہے جبکہ دوسری احادیث صحیحہ میں بنی اسرائیل کی عورتوں کا ذکر ہے تو ان احادیث میں مصنف تطبیق کرتے ہیں کہ اس حدیث میں عام حکم ہے اور ان احادیث میں عام کو خاص سے مقید کیا گیا ہے یا خاص تذکرہ کیا گیا ہے کسی امر کے تحت۔

حدیث سے مسائل فقہ کا استنباط اور علما کے اختلاف کا تذکرہ

(**تعجيل العصر**) کی وضاحت میں مصنف کا اسلوب درج ذیل ہے:

اخبرنا قتيبه قال حدثنا الليث عن ابن شهاب عن عروة عن عائشه ان رسول الله ﷺ صلوٰة العصر والشمس فی حجرتها لم يظهر الفی من حجر

---

[47] بھوجیانی، التعليقات السلفية، 41/1۔

[49] بھوجیانی، التعليقات السلفية، 41/1۔

ہم کو خبر دی قتیبہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا اللیث نے وہ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں اور وہ عروہ سے وہ عائشہ سے کہ بے شک رسول نے نماز عصر اور ظہر ادا کی اپنے حجرے میں اور سایہ ان کے حجرے سے ظاہر نہیں ہوا تھا۔

اس حدیث کی وضاحت و تشریح میں مصنف لکھتے ہیں:

وهو قول غير واحد من الصحابة والتابعين اختاروا تعجيل صلوٰة العصرتاخير هاوبه يقول عبد الله بن مبارك والشافعي احمد واسحاق كذافي ترمذی وقال محمد فی موطاه تاخير العصر افضل عندنا من تعجيلها اذا صليتها والشمس بيضا نقية لم تد خلها صغرة وذالک جا ء عامة الاثآر وهو قول ابی حنيفه صاحب الهداية وغيره بان فی تاخير ها تكثير النوافل (والشمس فی حجرتها) ای ظلها فی حجر تها

یعنی سورج کی روشنی ابھی حجرے میں تھی اور وہ صحابہ تابعین کا قول ہے اور عصر کی نماز میں جلدی کرنے کو عبداللہ بن مبارک شافعی احمد اسحاق نے پسند کیا اور ناپسند کیا تاخیر کرنے کو اسی طرح ترمذی میں بھی ذکر کیا گیا اور محمد نے موطا میں نماز عصر میں تاخیر کو مستحب کیا کہ یہ ہمارے نزدیک ہے مستحب ہے کہ جب تک سورج سفید اور زردی نہ اسکی روشنی میں آئے، تو نماز کی تاخیر مستحب ہے اور عام آثار بھی اس پر آئے ہیں (یعنی اقوال و احادیث) اور یہی قول ابی حنیفہ کا ہے اور صاحب ہدایۃ نے اسکی تعلیل یہ کی دیر میں نماز عصر پڑھنے سے نوافل پڑھنے کا موقع مل جاتا ہے، لیکن یہ تاویل نصوص صحیحہ صریحہ کے خلاف ہے (بقول مصنف) اور احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اول وقت میں ہی نماز پڑھی جائے۔

(قوله) لم يظهر الفی ای ظلهالم يصعد ولم يعل على الحيطان ۔۔۔ المستفاد من الحديث تعجيل صلاة العصر فی اول وقتها وهذا الذی فهمه عائشه ۔۔۔ واحتج به على عمرو بن عبد العزيز فی تاخيره صلوة العصر كما تقدم رای فی باب مواقيت الصلاة للبخاری وشذ الطحاوی فقال لا دلالة فيه على التعجيل لا حتمال ان الحجرة كانت قصيرة الجدار لم تكن الشمس يستجب عنها الابقرب غروبها فيدل على التاخير لا على التعجيل وتعقب بان الذی ذكرة من

الاحتمال انما یتصور مع اتساع الحجرة ۔۔۔ والمشاھدة ان حجر زواج النبیﷺ لم تکن متسعةولا یکون ضواء الشمس باقیاً فی الا والشمس قائمة مرتفعة[36]

کہ سایہ نہیں چڑھا اس سے مراد یہ ہے کہ سایہ دیواروں پر نہیں چڑھا تھا اور اس حدیث سے جلدی نماز کا حکم ثابت ہو رہا ہے اور یہی بات حضرت عائشہ نے سمجھی اور اسی سے علی عمر بن عبدالعزیز تاخیر سے نماز عصر پڑھنے پر دلیل پکڑی جیسا کہ باب مواقیت الصلاۃ کے حوالے سے گزرا جو بخاری میں ہے اور طحاوی فرماتے ہیں، کہ اس حدیث سے جلدی پر دلیل پکڑنا درست نہیں کیونکہ یہ اسوقت ممکن ہے جب حجرہ بڑا ہو اور ازواج رسول کے حجرے بڑے نہیں تھے۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے اگر حجرہ چھوٹا ہو تو سورج کی روشنی اس کے اندر اسوقت تک ہی رہتی ہے جب تک سورج بلند ہو، لہٰذا یہ احتمال کے نماز جلد پڑھی جائے یہ حجرہ کی وسعت کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے۔

مذکورہ وضاحت میں مصنف نے حدیث سے مسائل کا استنباط کرتے ہوئے فقہا کا اختلاف دلائل و تاویل بھی ذکر کی اور مختلف مسالک کا موقف بھی بیان کیا کتاب الاذان کی حدیث ہے:

بدو الاذان اخبرنا محمد بن اسماعیل وابراھیم بن الحسن قالا حد ثنا حجاج قال قال ابن جریح اخبرنی نافع عن عبد اللہ بن عمر انه کان یقول کان المسلمون حین قدم المدینة یجتمعون فتحینون الصلاة ولیس ینادی بھا احد فتکلمو ا یوماً فی ذلک فقال بعضھم اخذ وانا قوساً مثل ناقوس النصآری وقال بعضھم بل قرنا ء مثل قرن الیھود وقال عمر رضی ولا تبعثون رجلاً ینادی بالصلاة فقال رسول اللہ یا بلال قم فنادو بالصلاة

آذان کی ابتداء" ہم محمد بن اسماعیل بخاری اور ابراہیم نے خبر دی وہ کہتے ہیں ہم سے حجاج نے بیان کیا کہتے ہیں کہا ابن جریج نے مجھ کو خبر دی نافع نے وہ عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلمان جب مدینہ میں آئے تو وہ جمع ہوتے اور نماز کے لئے اندازہ کرتے تھے اور کوئی پکارنے والا نہ تھا پس انہوں نے ایک دن کلام کیا، اس بارے میں پس بعض نے کہا، کہ نصاری کے ناقوس کی طرح ناقوس بنالیں اور بعض نے کہا کہ یہود کے قرن (سینگ) کی طرح قرن لیں اور عمر نے کہا کہ تم ایک آدمی مقرر کر جو نماز کے لئے پکارے، پس آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال تم کھڑے ہو جاؤ اور نماز کے لئے پکارو۔

اس حدیث کی وضاحت میں مصنف کا اسلوب کچھ یوں ہے:

---

[50] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة ،60/1۔

1۔ لغوی تشریح کرنا "**ای یقدرون**" یعنی وہ اندازہ کرتے تھے ابہام لفظی کی وضاحت۔

2۔ فاعل کی وضاحت کرتے ہیں۔ "**فتکلموا ای المسلمون**" "یعنی مسلمانوں نے آپس میں بات چیت کی"

3۔ اسم کی وضاحت کرتے ہیں۔ "**ناقو ساهی خشبة طويلة تضرب بخشبة منها والنصارى يعلمون بها اوقات الصلوٰة۔**" ناقوس سے مراد ایک بڑی طویل لکڑی ہے جس سے چھوٹی لکڑی کو مارا جاتا تھا اور اس کے ذریعہ نصاری اپنے نماز کے اوقات معلوم کرواتے تھے۔"

4۔ **قوله (فقال عمر) حمل النداء على نحو الصلوة جامعة لا على الاذان المعهود ۔۔**

"پس کہا عمر نے اس سے مراد نماز کے لئے جمع کرنے کی پکار مراد ہے نہ کہ یہ آذان مراد ہے، کیونکہ حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے کہ عمرؓ کا یہ قول جب اس مذاکرہ کے وقت کا ہے اور خواب اس کے بعد کا ہے پس مصنف نے یہ حدیث بھی باب میں درج کر دی۔"

اور حضرت عمر کے اس قول کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جب عبد اللہ بن زید آپ ﷺ کو اپنا آذان کا خواب بتا رہے تھے، تو حضرت عمر نے سن لیا اور پھر لوگوں کو جا کر کہہ دیا کہ تم عبد اللہ بن زید کو مقرر کر لو، لیکن پہلا قول زیادہ راجح ہے اور دوسرے قول میں تکلف ہے قبول کرنے میں۔ (کیونکہ ایسا قلیل الوقوع ہے) الفتح الباری (ج 1 335) مذکورہ بالا بیان حدیث کے جملے کی تشریح کا خلاصہ ذکر کر دیا گیا ہے جو مصنف حاشیہ نے فرمائی۔

5۔ دوسری حدیث سے الفاظ کی وضاحت کرتے ہیں (**فنادوا**) سے مراد ہے **كان اللفظ الذى ينادى للصلوٰة قوله الصلوٰة الجامعة اخرجه ابن سعد فى الطبقات من مراسل سعيد بن مسيب** "

"اس سے مراد وہ لفظ ہے جس سے نماز کے لئے جمع کیا جاتا تھا اور وہ قول الصلوٰۃ الجامعہ " ہے اسکو ابن سعد نے اپنی طبقات میں مراسل سعید بن مسیب کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔"[37]

مذکورہ حدیث میں لغوی تشریح اور حرفی تشریح بھی کی مشکل الفاظ کی اور حدیث کے ضمن میں مختلف احتمالات کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ حدیث کے الفاظ کی وضاحت اور تفصیل میں دوسری حدیث بھی لاتے ہیں۔

حدیث کی جرح و تعدیل و حدیث پر حکم ذکر کر دیا کہ یہ حدیث جو تائید میں ذکر کی، کہ یہ مراسل حدیث حوالہ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کتاب الجمعہ کی حدیث ایجاب الجمعہ :

> **اخبرنا سعيد بن عبد الرحمان المخزومى قال حد ثنا سفيان " عن ابى هريرةقال قال رسول الله نحن الاخرون السابقون بيدا انهم اوتو الكتاب من قبلناواتيناه من بعدهم وهذا اليوم الذى كتب الله عزوجل عليهم فاختلفو ا فيه عزوجل له يعنى يوم الجمعه فالناس لنا فيه تبع اليهودوالنصارى بعد غداً**

---

[51] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة ،73/1۔

حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ہم آخر میں آنے والے ہیں اور سبقت لے جانے والے ہیں اس لئے کہ ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گی اور ہم کو ان کے بعد اور یہ دن اللہ عزوجل نے لکھ دیا۔ان پر پس انہوں نے (جمعہ کا) اختلاف کیا اسمیں اور اللہ نے ہم کو جمعہ کا دن دیا پس لوگ ہمارے تابع ہیں اور یہود اور نصاری اس کے بعد آج کے بعد۔

مصنف حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

نحن الاخرون السابقون ای الا خرون زمانا فی الدنیا الاولون فمنزلة وکرامة یوم القیامة والمراد ان هذہ الامة وان تاخر وجودها فی الدنیا عن الامم الماضیه فهی سابقة ایاهم فی الاخرة بانهم اول من یحشر واول من یحاسب واول من یقضی بینهم واول من یدخل الجنة وفی المسلم نحن الاخرون من اهل الدنیا والسابقن یوم القیامة المقضی لهم قبل الخلائق۔ ----

ہم آخرون سابقون ہیں یعنی ہم زمانے کے لحاظ سے آخر میں آنے والے ہیں اور کرامت و منزلہ میں اول ہیں اور سب سے پہلے اس امت کا حساب لیا جائیگا اور فیصلہ کیا جائیگا اور سب سے پہلے جنت میں داخل کیا جائے گا اور مسلم میں ہے کہ ہم دنیا میں آنے کے اعتبار سے آخری ہیں اور قیامت کے دن سبقت لے جانے والے ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے مخلوق میں اس امت کا فیصلہ ہوگا۔

(اوتو الکتاب) هذا بیان زیاد شرف اخرلنا ای فصا رکتابنا ناسخا لکتابهم وشریعتنا ناسخة لشریعتهم وللنا سخ فضل علی المنسوخ"

"یہ جملہ شرف و تکریم میں زیادتی کے لئے بیان کیا گیا ہے، پس ہماری کتاب یہود و نصاریٰ کی کتاب و شریعت کی ناسخ ہے اور ناسخ کو منسوخ پر فضیلت کے لئے ہے۔ "ھذا الیوم الذی کتب اللہ علیھم" اس جملہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جمعہ کا دن ہر یہود و نصاری پر فرض کیا تھا مگر نہوں نے اسے ہفتہ سے بدلنے کا مطالبہ کیا ہو اور بات بعید نہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے لئے معبود بنانے کا مطالبہ کیا تھا۔"[38]

اجتہادی مسائل کا استنباط

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ نے التعلیقات السلفیۃ میں بعض مقامات پر اجتہادی مسائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مثالیں بھی دی ہیں مثلاً:

---

[52] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 161/1۔

1۔ موصوف نے ایک مقام پر تشریح کے دوران صحابی کے اجتہاد کا ذکر کیا ہے کہ: "حضرت عمار بن یاسرؓ ایک دفعہ سفر کے دوران جنبی ہونے کی وجہ سے فجر کی نماز میں انہوں نے اپنے پورے جسم پر مٹی کو مل لیا اور پھر نماز پڑھی تھی اور یہ ان کا اجتہاد تھا۔"[39]

اختلافی مسائل میں راجح موقف کی وضاحت

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ نے تشریح میں بعض مقامات پر علماء کے مابین اختلافی مسائل کی مناسبت سے بھی دلائل کی روشنی میں عمدہ انداز سے گفتگو فرمائی ہے اور جو ان کو دلائل کی روشنی میں موقف صحیح سمجھ آیا ہے اس کے راجح ہو نے کی بھی وضاحت فرمادی ہے مثلاً:

1۔ تمیم کے مسئلہ میں ہمارے ہاں دو طرح کے نقطہ نظر پائے جاتے ہیں: ایک تو یہ کہ صرف ایک دفعہ زمین میں ہاتھ مارا جائے گا اور اسی کو ہاتھوں اور چہرہ پر مسل لیا جائے گا، دوسرا موقف یہ ہے کہ دو دفعہ زمین پر ہاتھ مارا جائے گا ایک دفعہ چہرے کے لئے اور ایک دفعہ ہاتھوں اور کہنیوں کے لئے اب مولانا ممدوحؒ نے متن حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے اس موقف کی تائید کی ہے کہ ایک ہی دفعہ زمین پر ہاتھ مار کر اس سے چہرہ اور ہاتھوں کو مسل لیا جائے گا اور اس کی تائید میں ایک تو حضرت ابو جہم کی حدیث پیش کی ہے کہ:

> **"فقال ابو جهم اقبل رسول الله ﷺ من نحو بئر الجمل ولقيه رجل فسلم عليه فلم يرد رسول الله ﷺ عليه حتى اقبل على الجدار فمسح بوجهه ويديه ثم رد"** [40]

اور دوسری حضرت عمار بن یاسرؓ کی حدیث پیش کی ہے کہ:

> **"عن عمار بن ياسر قال اجنبت ۔۔۔فقال رسول الله ﷺ انما كان يجزيک من ذالک التيمم"**[41]

موصوف نے ان دونوں احادیث کی روشنی میں اپنے موقف کو راجح قرار دیا ہے اور دوسرا موقف علماء احناف کا ہے جس کی وضاحت آپ نے حاشیہ میں کرتے ہوئے یوں نقل کیا ہے کہ اس مسئلہ میں صحیح سند اور متن کے ساتھ صرف یہی دو احادیث ہیں باقی وہ احادیث جن سے علماء احناف نے استدلال کیا ہے وہ صحت کے اس معیار کو نہیں پہنچتی جن سے دلیل لی جائے اور دوسری بات یہ کہ احناف وضو والی آیت کو بنیاد بنا کر اس پر قیاس کرتے ہیں تو موصوف اس کی تردید یوں کرتے ہیں کہ جب تیمّم پر نص موجود ہے تو اس کی موجودگی میں قیاس صحیح نہیں ہے۔

---

[39] بھوجیانی، التعليقات السلفية، 37/1۔

[40] بھوجیانی، التعليقات السلفية، 37/1۔

[41] بھوجیانی، التعليقات السلفية، 37/1۔

تعلیقاتِ سلفیہ اور غریب الحدیث، احادیث کی لغوی اور گرائمر کے لحاظ سے وضاحت میں اسلوب

جائزہ کے دوران مصنف حنیف بھوجیانی کا جو اسلوب سامنے آیا ہے۔اس کی رو سے مصنف حدیث کی شرح کرتے ہوئے نہ صرف غریب الحدیث کی تشریح میں مشکل الفاظ کے معنی بیان کرتے ہیں بلکہ گرائمر کی رو سے صرفی اور نحوی تفصیلی وضاحت بھی پیش کرتے ہیں۔ حدیث کی تشریح کرتے وقت الفاظ کے معنی کے بیان میں قرآن و حدیث سے استشہاد بھی کرتے ہیں اور علماءِ فن اور دیگر کتب سے بھی وضاحت سے مثالیں پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ سند اور متن دونوں طرح سے ضروری بحث بھی کرتے ہیں اگر ایک حدیث کی دیگر اسناد سے روایت ہو تو وہ بھی اشارہ دیتے ہیں۔

پیش رو شارحین کے اقوال سے حدیث کی نحوی تشریح

مولانا بھوجیانی صاحب پیش رو شارحین کے اقوال سے حدیث کی نحوی تشریح و وضاحت بھی کرتے ہیں جیسا کہ کتاب الطہارۃ کی حدیث جو ذکر الفطرۃ" کے عنوان کے تحت ہے، ملاحظہ ہو:

> **الاختتان اخبرنا الحارث بن مسكين قراة عليه وانا اسمع عن ابن وهب عن يونس عن ابن شهاب عن ابن شهاب عن سعيد بن مسيب عن ابى هريرة عن رسول الله قال الفطرة خمس الاختتان والاستحداد وقص الشارب وتقليم الاظفار والابط ونتف تقليم الاظفار۔**[42]
>
> ہم کو خبر دی حارث بن مسکین نے میں نے اس پر قرات کی اور میں سن رہا تھا ابن وھب سے روایت ہے وہ یونس سے و روایت کرتے ہیں اور وہ ابن شہاب سے وہ سعید بن مسیب سے وہ ابی ھریرہ سے وہ رسول اللہ سے کہ فطرۃ پانچ چیزوں میں ہے، ختنہ میں اور زیر ناف بال صاف کرنا، مونچھیں کٹوانا اور ناخن کٹوانا اور بغلوں کے بال صاف کرنا اور ناخن کاٹنا

مصنف بھوجیانیؒ اس حدیث کی تشریح میں 'فطرۃ کے اعراب کی وضاحت میں زہر الربی اور حاشیہ سندھی کے حوالے سے تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> **بكسر الفابمعى الخلقة والمراد هٰنها هى السنة القديمة التى اختارها الله تعالىٰ للانبياء فكانها امرجبلى فطر عليها قاله السندى من الزهر**
>
> ف پر کسرہ تھا، جو خلقت کے معنی میں ہے اور اس سے مراد سنت قدیم ہے، جس کو اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا، مولانا سندھی نے تلخیص کرتے ہوئے زھر الربی سے روایت کیا، یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہدایت کی راہ پر پیدا کیا)

---

[57] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة ، 99/1۔

(قوله الخس) لیس المراد الحصر فقد جاء عشر من الفطرة فالحدیث من ادلة ان مفهوم العدة غیر معتبر" کہ اس " خمس" سے مراد حصر نہیں ہے پس حدیث میں دس امور فطرت سے ہیں یہ بھی آیا ہے' لہٰذا "مفهوم العدة" معتبر نہیں ہے یعنی گنتی مراد نہیں جو حصر پر دلالت کرتی ہے۔)

کتبِ لغت سے غریب الفاظ کی لغوی وضاحت کرنا

مذکورہ بالا حدیث میں ایک جملہ ہے اس کی لغوی وضاحت میں فرماتے ہیں قولہ (الاختتان) ھو قطع الغرلۃ من القامو " یعنی ختنہ کرنا عزلۃ کا کاٹ دینا ختنہ کی جگہ کا۔

جملہ کی سادہ وضاحت میں اسلوب

"الاستحداد استعمال الحديد فى العانة " زیر ناف بال صاف کرنا "اختلاف لفظی کی وضاحت ہم معنی الفاظ کا ذکر کرنا' اگر مذکورہ روایت کے کسی لفظ کے علاوہ ہم معنی الفاظ ہو ں تو وہ بھی ذکر کرتے ہیں " قص الشارب وجاء فى بعض الروايات حلق و جآء وفى بعض الروايات اخذ وقد اختار كثير القص "۔[43] یعنی مونچھیں کٹوانا اور بعض روایات میں حلق اور بعض میں اخذ کا لفظ آیا ہے اور اکثر نے قص کے لفظ کو پسند کیا۔ وتقليم الاظفار تقليم هو تفصيل من القم وهو القطع ولم يثبت فى ترتيب الاصابع عند القص شى من الاحاديث ولحديث زكره اكغر الى لا اصل له ولم يرو من طريق منحج به۔ تقلیم باب تفعیل سے ہے جو " قلم " سے ہے جسکا معنی کاٹنا ہے اور ناخنوں کے کاٹنے میں کوئی ترتیب نہیں جو حدیث سے ثابت ہو اور غزالی کی اس بارے روایت اس کی کوئی اصل نہیں اور اس طریقہ سے مروی ہے کہ کوئی حجت نہیں اس سے پکڑی جا سکتی اور جو جمعہ کے جمعہ ناخن کاٹنے پر حدیث میں ذکر آیا ہے اس سے مراد یہ ہے، کہ یہ کام مستحب اور ضرورت پر ہے ویسے چالیس دن سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے۔

قولہ (نتف الابط) : نتف الابط افضل من حلقهِ ۔ یعنی بغلوں کے بال اتارنا افضل ہے ۔مندرجہ بالا حدیث کی تشریح میں علامہ حنیف بھوجیانی صاحب نے حدیث کے ہر جز کی الگ الگ تشریح فرمائی اور اس سے جو نکات نکالے وہ یہ ہیں:

1۔حدیث کے معنی کی تشریح کرتے ہوئے وہ نہ صرف لغت کی مدد سے تشریح کرتے ہیں۔ بلکہ حرفی تشریح بھی کرتے نظر آتے ہیں اور الفاظ کے ابواب کا بھی تذکرہ کرتے ہیں" جیسے تقلیم" باب تفعیل سے ہے۔

2۔اور اگر حدیث کے الفاظ کے مترادف الفاظ دوسری احادیث میں ملتے ہوں تو وہ بھی تشریح میں ذکر کرتے ہیں۔

3۔ مسائل فقہ کا بھی استنباط کرتے ہیں۔

4۔ موقف کی تائید میں کتاب لغت یا حدیث کی کتب کا حوالہ بھی پیش کرتے ہیں۔

5۔علماء کے اقوال کو بھی وضاحت حدیث میں ذکر کرتے ہیں۔

---

[58] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 99/1۔

6۔نہ صرف کتاب کا حوالہ دیتے ہیں بلکہ صفحہ نمبر اور جلد نمبر کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

7۔احادیث میں راوی کا ترجمہ کرتے ہوئے سماع حدیث کی کیفیت اور راوی کے کردار کی وضاحت بھی فرماتے ہیں، جیسا کہ اس حدیث میں ذکر کیا۔

مقام کی وضاحت کرنا اور الفاظ کے اعراب کا بیان

کتاب الحیض والاستحاضہ کی اس حدیث میں جگہ ، مقام کی وضاحت کرنا اور الفاظ کے اعراب کا بھی بیان کرتے ہیں:

اخبرنا اسحاق بن ابراهيم اخبرنا سفيان عن عبد الرحمان بن قاسم بن محمد بن ابی کر الصديق﷜ عن ابيه عن عائشه قالت خرجنا مع رسول الله لانرى الا الحج فلما كنا بسرف حفت فدخل على رسول الله ﷺ وانا ابكی فقال مالك انفست قلت نعم قال هذا امركتبه الله عزوجل على بنات آدم فاقضىٰ ما يقضى الحاج غير ان لا تطوفی بالبيت[44]

ہم کو خبر دی اسحاق بن ابراہیم نے ہم کو خبر دی سفیان وہ عبد الرحمان بن قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق سے روایت کرتے ہیں، وہ عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہتی ہیں ہم آپ ﷺ کے ساتھ نکلے، ہم حج کے ارادے سے تھے پس جب ہم (مقام) سرف میں پہنچے تو ان کو حیض آگیا پس میرے پاس رسول ﷺ تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کیا ہوا کیا تم کو حیض آگیا میں نے کہا کہ ہاں، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے، پس تم باقی حاجیوں کی طرح اعمال کرو صرف بیت اللہ کا طواف مت کرو۔

حدیث میں لفظ موجود ہے: "**فی وَضُوئه**" تو اس کی تشریح میں نقل کرتے ہیں کہ: وضوئہ کی واو کو فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے گا اور اس سے مراد وہ برتن ہے جس میں وُضو کے لئے پانی موجود ہوتا ہے۔[45]

حدیث میں ہے: "**يشوص فاه بالسواك**" تو لفظ یشوص کی تشریح میں رقمطراز ہیں کہ: یشوص کے لفظ میں ی کو فتحہ کے ساتھ اور ش کو پیش کے ساتھ پڑھا جائے گا اور اس کا معنی مسواک کے ساتھ دانتوں کو ان کی چوڑائی کی جانب مسلنا ہے۔[46]

حدیث میں ہے: "**اذا اغتسل من الجنابة وعائشی نحو الحلاب ---**" اس حدیث کے لفظ حلاب کی تشریح کرتے ہوئے پہلے اس لفظ کا اعراب بتاتے ہیں کہ یہ لفظ "ح" کے کسرہ کے ساتھ اور "لام" کو بغیر شد کے پڑھا جائے گا یعنی

---

[59] بھوجیانی، التعليقات السلفية، 41/2۔

[45] بھوجیانی، التعليقات السلفية، 2/1۔

[46] بھوجیانی، التعليقات السلفية، 2/1۔

حِلاب، پھر اس کا معنی بتایا کہ اس سے مراد وہ برتن ہے جس میں عرب اونٹنی یا بکری کا دودھ دھویا کرتے تھے، اور پھر مزید آگے چل کر بتایا کہ اس میں 8 رتل تک وزن آجاتا ہے۔[47]

عام کو خاص سے مقید کرکے احادیث میں تطبیق کرنا

اور ابن منذر اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ ابن عباس سے روایت کیا کہ حیض کی ابتداء اس دن ہوئی جس دن حوا کو جنت سے نکالا گیا۔[48] مذکورہ احادیث میں حدیث باب میں تمام بنات آدم پر حیض کی لزومیت کا ذکر ہے، جبکہ دوسری احادیث صحیحہ میں بنی اسرائیل کی عورتوں کا ذکر ہے تو ان احادیث میں مصنف تطبیق کرتے ہیں کہ اس حدیث میں عام حکم ہے اور ان احادیث میں عام کو خاص سے مقید کیا گیا ہے یا خاص تذکرہ کیا گیا ہے کسی امر کے تحت۔

حدیث کی صرفی، لغوی، نحوی تشریح میں اسلوب

کتاب الاذان کی حدیث ہے:

بدو الاذان اخبرنا محمد بن اسماعيل وابراهيم بن الحسن قالا حد ثنا حجاج قال قال ابن جريج اخبرنی نافع عن عبد الله بن عمر انه كان يقول كان المسلمون حين قدم المدينة يجتمعون فتحينون الصلاة وليس ينادى بها احد فتكلمو ا يوماً فى ذلک فقال بعضهم اخذ وانا قوساً مثل ناقوس النصآرى وقال بعضهم بل قرنا ء مثل قرن اليهود وقال عمر رضى ولا تبعثون رجلاً ينادى بالصلاة فقال رسول الله يا بلال قم فنادو بالصلاة [49]

آذان کی ابتداء" ہم محمد بن اسماعیل بخاری اور ابراھیم نے خبر دی وہ کہتے ہیں ہم سے حجاج نے بیان کیا کہتے ہیں کہا ابن جریج نے مجھ کو خبر دی نافع نے وہ عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلمان جب مدینہ میں آئے تو وہ جمع ہوتے اور نماز کے لئے اندازہ کرتے تھے، اور کوئی پکارنے والا نہ تھا' پس انہوں نے ایک دن کلام کیا 'اس بارے میں پس بعض نے کہا' کہ نصاری کے ناقوس کی طرح ناقوس بنالیں اور بعض نے کہا کہ یہود کے قرن (سینگ) کی طرح قرن لیں اور عمر نے کہا، کہ تم ایک آدمی مقرر کر جو نماز کے لئے پکارے پس آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال تم کھڑے ہو جاؤ اور نماز کے لئے پکارو۔

---

[47] بھوجیانی، التعليقات السلفية، 47/1۔

[62] بھوجیانی، التعليقات السلفية، 41/1۔

[63] بھوجیانی، التعليقات السلفية، 41/1۔

اس حدیث کی وضاحت میں مصنف کا اسلوب کچھ یوں ہے: 1۔ لغوی تشریح کرنا "**ای يقدرون**" یعنی وہ اندازہ کرتے تھے ابہام لفظی کی وضاحت۔ 2۔ فاعل کی وضاحت کرتے ہیں۔ "**فتكلموا ای المسلمون**" " یعنی مسلمانوں نے آپس میں بات چیت کی "3۔اسم کی وضاحت کرتے ہیں۔ "**ناقو ساهى خشبة طويلة تضرب بخشبة منها والنصارى يعلمون بها اوقات الصلوٰة۔**" ناقوس سے مراد ایک بڑی طویل لکڑی ہے جس سے چھوٹی لکڑی کو مارا جاتا تھا اور اس کے ذریعہ نصاری اپنے نماز کے اوقات معلوم کرواتے تھے۔" 4۔ **قوله (فقال عمر) حمل النداء على نحو الصلوة جامعة لا على الاذان المعهود ۔**

" پس کہا عمر نے اس سے مراد نماز کے لئے جمع کرنے کی پکار مراد ہے نہ کہ یہ آذان مراد ہے کیونکہ حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے کہ عمرؓ کا یہ قول جب اس مذاکرہ کے وقت کا ہے اور خواب اس کے بعد کا ہے پس مصنف نے یہ حدیث بھی باب میں درج کر دی اور حجرت عمر کے اس قول کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جب عبد اللہ بن زید آپ ﷺ کو اپنا آذان کا خواب بتا رہے تھے، تو حضرت عمر نے سن لیا اور پھر لوگوں کو جا کر کہہ دیا کہ تم عبد اللہ بن زید کو مقرر کر لو لیکن پہلا قول زیادہ راجح ہے اور دوسرے قول میں تکلف ہے، قبول کرنے میں۔ (کیونکہ ایسا قلیل الوقوع ہے) الفتح الباری (ج 1 335) مذکورہ بالا بیان حدیث کے جملے کی تشریح کا خلاصہ ذکر کر دیا گیا ہے جو مصنف حاشیہ نے فرمائی۔5۔ دوسری حدیث سے الفاظ کی وضاحت کرتے ہیں (فنادوا) سے مراد ہے **كان اللفظ الذى ينادى للصلوٰة قوله الصلوٰة الجامعة اخرجه ابن سعد فى الطبقات من مراسل سعيد بن مسيب** " "اس سے مراد وہ لفظ ہے جس سے نماز کے لئے جمع کیا جاتا تھا اور وہ قول الصلوٰۃ الجامعہ " ہے اس کو ابن سعد نے اپنی طبقات میں مراسل سعید بن مسیب کے حوالے سے ذکر کیا ہے[50]

مذکورہ حدیث میں لغوی تشریح اور حرفی تشریح بھی کی مشکل الفاظ کی 'اور حدیث کے ضمن میں مختلف احتمالات کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ حدیث کے الفاظ کی وضاحت اور تفصیل میں دوسری حدیث بھی لاتے ہیں۔ حدیث کی جرح و تعدیل و حدیث پر حکم ذکر کر دیا کہ یہ حدیث جو تائید میں ذکر کی، کہ یہ مراسل حدیث حوالہ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

کتاب الجمعہ کی حدیث ایجاب الجمعہ:

> **اخبرنا سعيد بن عبد الرحمان المخزومى قال حد ثنا سفيان " عن ابى هريرة قال قال رسول الله نحن الاخرون السابقون بيدا انهم اوتو الكتاب من قبلناواتيناه من بعدهم وهذا اليوم الذى كتب الله عزوجل عليهم اختلفو ا فيه عزوجل له يعنى يوم الجمعه فالناس لنا فيه تبع اليهودوالنصارى بعد غداً۔** [51]

---

[64] بھوجیانی، التعليقات السلفية، 73/1۔

[65] بھوجیانی، التعليقات السلفية، 73/1۔

حضرت ابی ھریرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ہم آخر میں آنے والے ہیں اور سبقت لے جانے والے ہیں اس لئے کہ ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گی اور ہم کو ان کے بعد اور یہ دن اللہ عزوجل نے لکھ دیا، ان پر پس انہوں نے (جمعہ کا) اختلاف کیا اسمیں اور اللہ نے ہم کو جمعہ کا دن دیا پس لوگ ہمارے تابع ہیں اور یہود اور نصاری اس کے بعد آج کے بعد۔

مصنف حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

نحن الاخرون السابقون ای الا خرون زمانا فی الدنیا الاولون فمنزلة وکرامة یوم القیامة والمراد ان هذهٖ الامة وان تاخر وجودها فی الدنیا عن الامم الماضیه فهی سابقة ایاهم فی الاخرة بانهم اول من یحشر واول من یحاسب واول من یقضی بینهم واول من یدخل الجنة وفی المسلم نحن الاخرون من اهل الدنیا والسابقن یوم القیامة المقضی لهم قبل الخلائق---

ہم آخرون سابقون ہیں یعنی ہم زمانے کے لحاظ سے آخر میں آنے والے ہیں اور کرامت و منزلہ میں اول ہیں، اور سب سے پہلے اس امت کا حساب لیا جائیگا اور فیصلہ کیا جائیگا اور سب سے پہلے جنت میں داخل کیا جائے گا اور مسلم میں ہے کہ ہم دنیا میں آنے کے اعتبار سے آخری ہیں اور قیامت کے دن سبقت لے جانے والے ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے مخلوق میں اس امت کا فیصلہ ہوگا۔

"(اوتو الکتاب) هذا بیان زیاد شرف اخرلنا ای فصا رکتابنا ناسخا لکتابهم وشریعتنا ناسخة لشریعتهم وللناسخ فضل علی المنسوخ" یہ جملہ شرف و تکریم میں زیادتی کے لئے بیان کیا گیا ہے پس ہماری کتاب یہود و نصآری کی کتاب و شریعت کی ناسخ ہے اور ناسخ کو منسوخ پر فضیلت کے لئے ہے۔ "**هذا الیوم الذی کتب الله علیهم**" اس جملہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جمعہ کا دن ہر یہود و نصاری پر فرض کیا تھا مگر نہوں نے اسے ہفتہ سے بدلنے کا مطالبہ کیا ہو اور بات بعید نہیں، جیساکہ انہوں نے اپنے لئے معبود بنانے کا مطالبہ کیا تھا۔"

غریبِ حدیث کی لغوی و حرفی تشریح میں اسلوب

کتاب جنائز کی حدیث ہے:

اخبرنا محمد بن رافع عن عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن طاؤس عن ابیه عن ابی هریرة قال ارسل ملک الموت الی موسی علیه سلام فلما جاء ُ ملکه ففقاعینه فرجع الحاربهٖ فقال ارسلنی الی عبد لا یرید الموت فرد الله عزوجل الله علیه وقال ارجع الیه وقل له یضع یدهُ علی متن ثور فله بکل ماغطت یدهُ بکل شعرة سنة قال اعا رب ثم مه قال الموت قال فالا ن فسال الله عزوجل ان یدنیه من

الارض المقدسة رميه الحجر قال رسول الله فلو كنت ثم لاريتكم قبره الى جانب الطريق تحت الكيثب الاحمر[52]

ہم کو خبر دی رافع نے وہ عبد رزاق سے روایت کرتے ہیں" ہم کو خبر دی ہم نے وہ طاؤس سے وہ اپنے باپ سے وہ ابی ھریرۃ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسی کی طرف ملک الموت کو بھیجا، پس جب وہ آئے تو حضرت موسی علیہ سلام نے گھونسہ مار کر ان کی آنکھ پھوڑ دی، پس وہ اپنے رب کی طرف بھاگے کہ آپ نے مجھے ایسے آدمی کی طرف بھیجا، جو مرنا نہیں چاہتا اللہ نے فرمایا کہ تم لوٹ جاؤ اور اسے کہو کہ اپنا ہاتھ گائے کی پشت پر رکھ جتنے اس کے بال ہاتھ کے نیچے آجائیں گے اتنے سال آپ علیہ سلام کی زندگی ہے کہا پھر اس کے بعد کہا کہ پھر بھی موت ہے، کہا کہ پھر ابھی ٹھیک ہے پس انہوں نے اللہ سے سوال کیا کہ انہیں ارض مقدس کے قریب ایک پتھر لگنے کی مسافت پر قریب کر دیں۔آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں وہاں ہوتا تو تم کو ان کی قبر سرخ ٹیلے کے پاس دکھاتا۔

اس حدیث کی تشریح میں یہ نکات پیش کر رہے ہیں: لغوی وضاحت۔"**يدنيه اى يقر به**" یعنی قریب کر دیں۔"**مه**" اصل میں "**ماا ذا**"اور رمیۃ سے مراد "مدرر میۃ" یعنی مارنے کی مسافت "**ثم بفتح هناک**" کے معنی " یہاں" ۔" **الكثيب الاحمر**" عظیم الرمل المجتمع، ریت کا ڈھیر، اور کہا جاتا ہے کہ بے شک فرشتہ جنت سے سیب لایا اور حضرت موسی کو سونگھایا پس وہ مائل ہو گئے۔ وھب بن منبہ سے روایت ہے کہ بے شک فرشتوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور دفنایا اور بے شک وہ 120 سال زندہ رہے۔مذکورہ حدیث کی وضاحت میں لغوی و حرفی تشریح کے ساتھ ساتھ مصنف نے حضرت موسیٰ کی وفات کا تذکرہ بھی کیا اور اسرائیلی روایت کا توضیح میں بھی کیا ہے۔[53]

غریب الحدیث کی تشریح میں آیت قرآنیہ و علماکے اقوال سے استشہاد

" **الطهورشطر الايمان قال نووى اهل الشطر النصف واختلف العلماء فيه** " کی وضاحت میں نووی فرماتے ہیں، شطر کا مطلب نصف ہے اور علمانے اس میں اختلاف کیا ہے۔ کہا گیا ہے، کہ ایمان خطا یا کو ختم کر دیتا ہے اور وضو بھی اسی طرح ایمان کے ساتھ درست ہوتا ہے اور اس طرح یہ ایمان پر توقف کرتا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہاں ایمان سے مراد نماز ہے (کہ وضو کے بغیر نہیں ہوتی) جیسا کہ اللہ کا قول ہے " وما کان اللہ لیضیع ایمانکم " نہیں اللہ کہ ضائع کرے تمھارے ایمان کو" (یعنی تمہاری نمازوں کو) اور طہارت نماز کا حصہ ہے اور طہارۃ نماز کی ضمانت ہے اور صاحب نھایۃ فرماتے ہیں کہ ایمان باطن کی نجاست دور کرتی ہے اور وضو ظاہر کی نجاست دور کرتی ہے۔

---

[68] بھوجیانی، التعليقات السلفية، 239/1-240۔

[69] بھوجیانی، التعليقات السلفية، 239/1-240۔

" **والتسبیح والتکبیر فملاء المیزان** " اس سے مراد یہ ہے کہ وہ میزان کے وقت ہوگا جیسا کہ نووی نے کہا کہ اس سے مراد اجر عظیم ہے اور نصوص قرآن اور سنت سے اعمال کا وزن مراد ہے اور میزان میں بوجھ مراد ہے اور تملا سے مراد ہے کہ وزن کو جسم دیا جائیگا اور تسبیح و تکبیر کو اگر جسم دیا جائے تو وہ زمین و آسمان کو بھر دیں گے اس سے مراد یہ ہے۔
(**والصلوٰۃ نورہ**) سے مراد ہے کہ اس کی تاثیر ان کے قلوب اور سینہ کے انشراح میں ہے اور نووی کہتے ہیں، کہ اس سے مراد ہے۔

> **انها تمنع من المعاصی وتنهیٰ عن الفحشاء والمنكر وتهدی الی الصواب كما ان النور به وقيل ان اجرها يكون نور الصاحبها يوم القيام**
> وہ گناہوں سے روکتا ہے اور فحشاء اور منکر سے منع کرتی ہے اور اچھی بات کی طرف راہنمائی کرتی ہے جیسا کہ نور روشنی دیتا ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ اپنے ساتھی کے لئے نور ہوگا قیامت میں یا پھر اس کے چہرے پر نور کا ہالہ ہوگا قیامت کے دن

برہان، یعنی زکوۃ اپنے ساتھی کے لئے دلیل ہوگا اور نوی کہتے ہیں کہ قیامت کے دن جب مال کے مصرف کا سوال ہوگا تو دلیل ہوگا یا پھر یہ صدقہ دینے والے کے عمل پر محبت ہوگا، کیونکہ منافق تو یہ عمل کرے گا اور قرطبیؒ کہتے ہیں کہ یہ دلیل ہوگا اپنے صدقہ کرنے والے کے ایمان کی صحت پر ۔۔۔ اور سندی نے کہا کہ جب صدقہ کرنے والا صدقہ کریگا تو یہ صاحب صدقہ کے عمل پر دلیل ہوگا کہ اس نے اپنے رب کی رضا کے لئے صدقہ کیا۔ منافق تو صدقہ کرنے والے کو طعنہ کا نشانہ بناتے ہیں۔ والقرآن حجۃ لک او علیک: قرآن حجت ہے نووی فرماتے ہیں "**ای تنتفع به ان تلوته وعملت به والا فهو حجة عليك**" یعنی "تو اس وقت نفع اٹھائے گا جب اسپر تلاوت اور اس کے ساتھ عمل کریگا ورنہ پس وہ حجت ہوگا تجھ پر" اور اگر اس پر قرات عمل نہیں تو پھر تیرے خلاف ہوگا"
مذکورہ وضاحت میں صاحب حاشیہ الفاظ کے معنی کے ساتھ ان کے باطنی مفہوم پر بھی بحث کرتے ہیں اور وضاحت قرآن وسنت احادیث اور اقوال علماء سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔[54]
کتاب المناسک کی حدیث ہے:

> **اخبرنا عبدة بن عبد الله صفار البصری قال حد ثنا سويد وهو ابن عمرون الكلبی عن زهير قال حد ثنا سهيل عن سمی عن ابی صالح عن ابی هريرة قال قال رسول الله الحجة المبرورة ليس لها اجزاء الا الجنة والعمرة الى المرة كفارة لما بينهما**

---

[70] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 272/1۔

ہم کو خبر دی عبدہ بن عبد اللہ صفار بصری نے کہتے ہیں 'ہم سے بیان کیا سوید نے وہ ابن عمر الکلبی ہیں اور زھیر سے روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں ہم سے بیان کیا سہیل وہ سمی سے روایت کرتے ہیں وہ ابی صالح سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حج پاکیزہ ہے اس کے لئے جزاء نہیں مگر جنت اور عمرہ سے عمرہ تک جو وقت ہے وہ درمیان کے لئے کفارہ ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں مصنف فرماتے ہیں "الحجۃ المبرورۃ" حج مبرور اس سے مراد ہے کہ "التی لا یخالطہ اثم" وہ حج جس میں گناہ کا ملاپ نہ ہو اور وہ نیکی سے ماخوذ ہو "اور قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ایسا حج جو اوقات مقررہ کے مطابق بجالایا جائے اور کمال صورت پر "الجنۃ" ای دخولھا اولاً، یعنی وہ جنت میں ہی جائیگا کیونکہ مطلق دخول کے لئے تو ایمان کافی ہے اور اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حج سے کبائر گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے کہ حاجی ایسا ہو جاتا ہے جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا، بالکلیہ حدیث پہلے اور بعد کے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ **"کفارۃ لما بینھما" اشارۃ ابن عبد البر الی ان المراد تکفیر الصغائر دون الکبائر۔** ابن عبد البر کہتے ہیں کہ اسمیں اس طرف اشارہ ہے کہ صرف صغیرہ گناہ عمرہ سے معاف ہونگے، کبائر نہیں اور اس زمانہ کے علماء عمومیت کے قائل ہیں اور اس بات پر بعض نے اشکال کیا، کہ اگر عمرہ گناہ کبائر سے بچنے پر کفارہ ہے تو پھر عمرہ کس چیز کا کفارہ ہو اسکا جواب ہے کہ عمرہ سے گناہ کا معاف ہونا زمانہ کے ساتھ خاص ہے اور کفر سے اجتناب تمام عمر کے لئے ہے "[55] اس حدیث میں مصنف نے مختلف نکات بیان کیے: دخول جنت حج کی قبولیت پر ہوگا اور اس کے وقت اور کیفیت پر بحث کی، حدیث کی وضاحت میں دوسری حدیث بھی لائے، عمرہ اور حج کا فرق اس حیثیت سے واضح کیا کہ حج سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، عمرہ میں وقتی معاف ہو جاتے ہیں اور یہ زمانہ کے ساتھ خاص ہے، اور بتایا کہ کفر سے تمام عمر تک اجتناب ضروری ہے ورنہ خلاصی نہیں، یہ کہ دخول جنت کے لئے مطلق ایمان ضروری ہے۔

دوسری روایت سے مقام کی وضاحت، الفاظ کی لغوی تشریح، مبہم جملوں کی وضاحت

"کتاب النکاح کی حدیث میں تشریح کا اسلوب ملاحظہ ہو، حدیث درجہ ذیل ہے:

ابو داؤد سلیمان بن سیف قال حد ثنا جعفر بن عون قال اخبرنا ابن جریج بن عطاء قال حضر نا مع ابن عباس جنازۃ میمونۃ زوج النبی ﷺ یسرف فقال ابن عباس ھذہٖ میمونۃ اذا فعتم جنازتھا فلہ ولا تزلزلوھا فان رسول اللہ کان معہ نسع نسوۃ فکان یقسم لشمان و واحدہۃ لم یکن یقسم لہ

ابو داؤد سلیمان بن سیف سے کہتے ہیں کہ ہم سے جعفر بن عون بیان کرتے ہیں کہتے ہیں، ہم کو خبر دی ابن جریج نے وہ عطاء سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں، ہم ابن عباس کے ساتھ میمونہ کے جنازہ

---

[71] بھوجیانی، التعلیقات السلفیۃ، 2/1-2-2۔

میں حاضر ہوئے جو آپ ﷺ کی زوجہ ہیں وہ مقام سرف تھا۔ پس ابن عباس نے کہا کہ یہ میمونہ ہیں جن کا تم نے جنازہ اٹھانا ہے پس تم اس حرکت نہ دینا نہ زیادہ ہلانا اور آپ ﷺ کے پاس نو بیویاں تھیں اور وہ آٹھ کے لئے تقسیم کرتے تھے وقت اور نویں کے لئے نہیں کرتے تھے۔

حدیث کی وضاحت میں متعدد نکات پیش کرتے ہیں: "**سرف بفتح سین وکراالراء اسم موضع بقرب مكة على عشرة اميال**" سرف میں سین پر فتحہ اور راء پر کسرہ ہے اور مکہ سے تین میل کی مسافت پر جگہ ہے۔"**فلا تزعوها اى فلاتنحر كو الجنازه تعظيماً له** " "پس تم جنازہ کو حرکت نہ دو اسکی تعظیم کی وجہ سے کہا"اور" **يقسم ثمان** " سے مراد یہ ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنھا بھی ان ازواج سے ہیں جن کے لئے باری مقرر تھی۔ پس ضروری ہے کہ ان کی فضیلت پہچانو اور "**وواحدة لم يكن يقسم لها**" سے مراد حضرت سودہ ہیں جنہوں نے حضرت عائشہ کو اپنی باری ہبہ کردی تھی، جیساکہ دوسری روایات میں ہے۔[56]

حدیث ہے: "**ان رسول الله ﷺ قال لو لا ان اشق على امتى لامرتهم بالسواک عند كل صلوة**"تو موصوف اس حدیث کی تشریح میں سنن ابی داود اور مسند احمد کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ: "**ان رسول الله ﷺ كان امر بالوضوء عند كل صلوةطاهرا كان اوغير طاهرا۔**"[57]

حدیث میں لفظ ہیں "**اذا اقبل احد الثلثة**" اس کی تشریح میں موصوف نے صحیح بخاری کی روایت کا ذکر کیا ہے جس میں یہ الفاظ "**جاء ه ثلثة نفر**" ہیں۔[58]

حدیث ہے: "**ان رسول الله ﷺ قال لو لا ان اشق على امتى لامرتهم بالسواک عند كل صلوة**"تو موصوف اس حدیث کی تشریح میں سنن ابی داود اور مسند احمد کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ:

ان رسول الله ﷺ كان امر بالوضوء عند كل صلوةطاهرا كان اوغير طاهرا۔[59]

احادیث میں موجود مقامات کی وضاحت

اگر کسی حدیث میں کسی جگہ وغیرہ کا ذکر آیا ہے تو اس کی وضاحت بھی کردی ہے مثلاً ایک حدیث میں سرف کا ذکر آیا ہے: "**عن عائشةؓ قالت خرجنا مع رسول الله ﷺ لا نرى الا الحج فلما كنا بسرف حضت۔۔۔**" اب اس حدیث میں موجود مقام "سرف" کی وضاحت کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ اس لفظ کا تلفظ کچھ یوں ہے کہ "س"

---

[72] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 59/2۔

[57] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 3/1۔

[58] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 55/2۔

[59] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 161/1۔

کے اوپر زبر پڑھی جائے گی اور "ر" کے نیچے زیر پڑھی جائے گی، اور یہ مقام مکہ کے قریب تقریبا دس میل کے فاصلے پر ہے۔[60]

ایک حدیث میں بیت المعمور کا ذکر آیا ہے: "ثم رفع الی البیت المعمور" اب اس حدیث میں موجود لفظ "بیت المعمور" کی وضاحت کرتے ہوئے حاشیہ میں رقمطراز ہیں کہ یہ بیت اللہ کے اوپر آسمانوں میں موجود ہے اور یہ فرشتوں کا کعبہ ہے۔[61]

ایک حدیث میں "**قلال هجر**" کا لفظ آیا ہے: "**ثم رفعت الى سدرة المنتهى فاذا نبقها مثل قلال هجر**" اس حدیث میں موجود لفظ "**هجر**" کے متعلق حاشیہ میں نقل کرتے ہیں کہ یہ مدینہ کے قریب ایک علاقے کا نام ہے۔[62]

خلاصہ بحث

تعلیقات سلفیہ میں عطاء اللہ بھوجیانی کے منہج سے متعلق اوپر کے نکات سے واضح ہوتا ہے کہ انھوں نے احادیث کی شرح و ضاحت کے حوالے سے اہم نکات پیش کیے ہیں، جس سے احادیث اور بالخصوص احادیثِ امام نسائی کی تفہیم میں آسانی پیدا ہوئی ہے۔ تاہم مختلف مسائل کے حل سے متعلق مباحث میں تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔ نیز احادیث کی جدید دور کی ضروریات مسائل کے اعتبار سے تطبیق پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ ان چیزوں کی روشنی میں اس شرح کی از سر نو ترتیب و تدوین اس کی افادیت میں اضافے کا باعث ہو سکتی ہے۔

---

[73] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 41/1۔

[61] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 51/1۔

[62] بھوجیانی، التعلیقات السلفیة، 51/1۔